حدیثِ نبوی ﷺ

الفطرة خمس" الختان و حلق العانة و نتف الابط و تقلیم الاظفار و حلق الشارب

(السنن الکبریٰ للنسائی)

تقویة الاقارب فی حلق الشوارب

فقہ حنفی کی روشنی میں

(مونچھیں منڈوانے سے متعلق فقہی و تحقیقی مقالہ)

تالیف و تحقیق:

علامہ محمد شہزاد مجذدی سیفی

ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پانچ چیزیں فطرت سے ہیں۔
ختنہ کرنا، زیرِ ناف بال مونڈنا، بغلوں کی صفائی، ناخن تراشنا، مونچھوں کا مونڈنا۔ (سنن نسائی کبریٰ)

تقویۃ الاقارب
فی
حلق الشوارب

فقہ حنفی کی روشنی میں

(مونچھیں منڈوانے سے متعلق فقہی و تحقیقی مقالہ)

تالیف وتحقیق:

علامہ محمد شہزاد مجدّدی سیفی

دارالاخلاص (مرکز تحقیق اسلامی) ۴۹۔ ریلوے روڈ لاہور

باسمہٖ تعالیٰ

بفیضان نظر: مجدد عصر مرشدنا المبارک اخندزادہ سیف الرحمٰن پیرارچی نوراللہ مرقدہ

بیادگار: حضرت سیدی ومرشدی صوفی کندل خان صاحب مبارک قدس سرہٗ

عنوان : تقویۃ الاقارب فی حلق الشوارب

مؤلف ومحقق: علامہ محمد شہزاد مجددی سیفی

صفحات ۴۰

تاریخ طباعت شوال المکرم ۱۴۳۱ھ/ستمبر ۲۰۱۰ء

تعداد ۱۰۰۰

ہدیہ =/35 روپے

رابطہ: دارالاخلاص (مرکز تحقیق اسلامی)

گلی نمبر ۱۹۔ نزد چوک برف خانہ، ریلوے روڈ لاہور۔ 042-37234068.

EMAIL:msmujaddidi@yahoo.com

ملنے کے پتے:

۱۔ مکتبہ آستانہ عالیہ فقیر آباد شریف (لکھوڈیر) ۲۔ مکتبہ آستانہ عالیہ راوی ریان شریف

۳۔ مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ ۴۔ مکتبہ نوریہ رضویہ گنج بخش روڈ

۵۔ قادری رضوی کتب خانہ گنج بخش روڈ ۶۔ دارالعلم نزد ستا ہوٹل

مقدمہ مؤلف

بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم

الحمد للہ و الصلوٰۃ و السّلام علی النّبی الکریم و آلہ و صحبہ

اللہ تبارک وتعالیٰ کے بنی نوع انسان پر لاتعداد احسانات میں سے ایک خاص احسان یہ بھی ہے کہ اس نے اولادِ آدم کی رہنمائی اور انہیں جادۂ فطرت پر گامزن رکھنے کے لئے انبیاء کرام علیہم السلام کو وقتاً فوقتاً مبعوث فرمایا جو آدمی کو اشرف المخلوقات ہونے کا احساس مسلسل دلاتے رہے اور یوں دینِ حنیف کی پیروی اور خاتم النّبیّن صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل اتباع کے طفیل انسان اپنے وجود میں موجود حقیقتوں تک رسائی حاصل کرنے میں کافی حد تک کامیاب رہا۔

قرآن وسنت میں "فطرۃ" کا لفظ کمال جامعیت اور خصوصی اہمیت کے ساتھ وارد ہوا ہے چنانچہ "كُلُّ مَوْلُوْدٍ يُوْلَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ" کا فرمان بھی وارد ہوا ہے جبکہ دوسری طرف الجامع الصحیح البخاری میں ان اللہ خلق آدم علیٰ صورتہ کے الفاظ بھی موجود ہیں۔

خالق ارض وسما نے حضرت انسان کو جس عزت وتکریم اور عظمت وحرمت سے نوازا ہے اس کا اظہار اس آیت کریمہ میں ملتا ہے۔

ولقد کرّمنا بنی آدم ....اور بے شک ہم نے انسان کو عزت عطا کی۔

اسی طرح ذات باری تعالیٰ نے انسان کو اپنی فطرت ومشیت اور مزاج کے تابع و موافق دیکھنے کا عندیہ بھی دیا ہے یعنی خالق کائنات کی پسندیدہ ہیئت وحالت میں رہنا ہی

عالم انسانی کی معراج اور ذریعہ فوز وفلاح ہے۔ چنانچہ اسی مقصد وحید کی تکمیل کے لئے انبیاء ورسل علیہم السلام کو نمونۂ عمل بنا کر بھیجا اور خاص طور پر جدُّ الانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ذات گرامی سے ان خصائص وکمالات کا آغاز فرمایا جن کا انجام سیدّ الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ حبیبِ جلیل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات گرامی پر ہونا تھی۔ چنانچہ وہ امور جنہیں خصوصیت کے ساتھ بطور فطرت بیان کیا گیا ہے۔ان کا باضابطہ آغاز حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ہی ہوا ہے۔ چنانچہ احادیث وروایات میں ان امور فطرت میں اوّلیت کا سہرا حضرت خلیل علیہ السلام کے سر ہی نظر آتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں:

كان ابراهيم صلى الله عليه وسلم،اوّل النّاس ضيف الضيف

(ابن عدی، والبیہقی)

ترجمہ: حضرت ابراہیم صلی اللہ علیہ وسلم پہلے انسان تھے جنہوں نے کسی مہمان کی میزبانی کی۔

اور بخاری ومسلم رحمہما اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا، انہوں نے کہا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اوّل النّاس اختتن ابراهيم النبى صلى الله عليه وسلم
و هو ابن ثمانين سنة بالقدوم.

ترجمہ: سب سے پہلے لوگوں میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تیشہ کے ساتھ ختنہ کیا جبکہ ان کی عمر اس وقت اسّی سال تھی۔ (قدوم بڑھئی کے اوزار کو کہتے ہیں۔)

اور مسند ابی یعلی کی روایت میں ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ختنہ کا حکم ہوا تو انہوں نے (تیشے) سے ختنہ کر لیا جس پر انہیں شدید تکلیف ہوئی تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے

وحی آئی، اے ابراہیم! تم نے بہت جلدی کی کہ ابھی ہم نے اس کے لئے جو آلہ چاہئے تھا وہ تو تمہیں بتایا ہی نہیں تھا۔ تو آپ نے عرض کی: اے پروردگار! مجھے اچھا نہ لگا کہ تیرے حکم کو مؤخر کروں۔ بخاری کی ''الادب المفرد'' اور صحیح ابن حبان میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے کہ اس وقت ان کی عمر مبارک ایک سو بیس سال تھی اور اس کے بعد آپ اسی سال مزید زندہ رہے۔ اس سلسلہ میں مزید اقوال بھی وارد ہیں۔

''المزید'' میں کئی علماء سے متواتر بیان ہوا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ختنے تیرہ سال کی عمر مبارک میں کروائے اور حضرت اسحاق علیہ السلام کے سات دن کی عمر میں کروائے۔

اسی طرح سب سے پہلے جس کے سفید بال آئے اور جس نے اپنی مونچھوں کو تراشا وہ بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں۔ جب آپ نے پہلی بار سفید بال دیکھے تو پوچھا: یارب ماھذا! اے پروردگار یہ کیا ہے؟ تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا: اے ابراہیم! یہ وقار، حلم اور زینت ہے۔ تو آپ نے عرض کیا۔

رَبِّ زِدْنِیْ وقارا۔ اے پروردگار! میرے وقار میں اضافہ فرما! (آمین)

اس طرح سفید بال قابل ستائش ہیں۔ اس طرح سفید بالوں کی فضیلت میں احادیث موجود ہیں۔ امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

ابن ابی شیبہ نے بروایت سعید اتنا اضافہ کیا ہے:

و اوّلُ من قصَّ اظفارہ و اوّلُ من استحدَّ.

اور سب سے پہلے جس نے ناخن تراشے اور سب سے پہلے موئے زیر ناف کو صاف کیا۔

اور وکیع نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے یہ بڑھایا ہے کہ سب

سے پہلے پاجامہ پہننے والے، مانگ نکالنے والے بھی ابراہیم علیہ السلام ہیں۔ اور دیلمی نے بروایت انس بن مالک رضی اللہ عنہ مرفوعاً روایت کیا ہے:

کہ آپ نے ہی سب سے پہلے منبر پر خطبہ دیا تھا۔

اور ابن ابی شیبہ کی روایت میں ہے کہ سب سے پہلے آپ ہی نے مہندی اور وسمہ کا خضاب لگایا تھا۔

اور ابن عساکر نے بروایت جابر لکھا ہے:

انه اوّل من قاتل فی سبیل اللّٰه. سب سے پہلے راہ خدا میں جہاد بھی آپ نے کیا تھا۔ اور ابن عساکر نے حسان بن عطیہ کی روایت سے نقل کیا ہے: کہ آپ نے ہی سب سے پہلے فوجی شمار کی جنگی ترتیب میں میمنہ، میسرہ اور قلب کو مقرر فرمایا تھا۔

ابن ابی الدنیا کی ''کتاب الرمی'' میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

انه اول من عمل القسی. اور سب سے پہلے آپ ہی نے سکہ ڈھالا۔

اور ان کی ''کتاب الاخوان'' میں حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے: انهٗ اوّلُ من عانق. سب سے پہلے معانقہ کرنے والے بھی آپ ہی ہیں۔

اور ابن سعد کی روایت ہے کہ: انهٗ اوّلُ من ثرّد الثرید.

کہ سب سے پہلے آپ ہی نے ثرید تیار کا تھا۔

اور دیلمی نے نبیط بن شریط سے مرفوعاً روایت کیا ہے:

انهٗ اوّل من اتخذ الخبز المبلقس.

اور امام احمد کی کتاب ''الزھد'' میں مطرف سے مروی ہے:

انهٗ اوّل من راغم. آپ ہی نے سب سے پہلے اپنے گھر والوں سے دوری گوارہ کی۔

اس کے بعد علامہ زرقانی علیہ الرحمہ نے فقہاء مالکیہ اور دیگر ائمہ کا موقف مونچھیں

تراشنے اور مونڈنے کے حوالے سے بیان کیا ہے جو معروف ہے اور پیش نظر تحریر کے اندر متن میں تفصیل سے بیان ہوا ہے۔

''تقویۃ الاقارب فی حلق الشوارب'' دراصل مسئلہ زیر بحث کے حوالے سے احادیث صحیحہ اور آثار صحابہ واقوال تابعین پر مبنی ایک مختصر کاوش ہے جس میں خصوصاً فقہاء احناف رحمہم اللہ کے موقف کو صراحت وضاحت سے پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

ہمارے ہاں علم وتحقیق سے دوری کے سبب کئی بار ایسی چہ مگوئیاں سننے میں آتی ہیں کہ مونچھوں کا منڈوانا درست نہیں ہے اور حلق شوارب بدعت ہے اور بعض یار لوگوں نے اسے احناف کے موقف کے خلاف بھی سمجھا ہے جبکہ بعض حنفی مفتیان کرام نے حنفی کہلانے کے باوجود اس معاملہ میں بنام حنفیت مذاہب ثلاثہ کے اقوال پر مدار رکھا ہے جس کا تذکرہ آئندہ بھی تفصیل سے بیان ہوگا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ

سردست ہم صرف صحیح وحسن روایات اور آثار صحابہ واقوال تابعین پر اکتفا کرتے ہیں جو مسئلہ حلق شوارب میں قول فیصل کا درجہ رکھتے ہیں جبکہ سنن الکبریٰ نسائی کی روایت بھی غالباً پہلی بار مسئلہ زیر بحث میں پیش کی جارہی ہے جو یقیناً ہمارے مشائخ کبار حضرات مجددیہ سیفیہ خصوصاً حضرت مجدد عصر حاضر اخندزادہ سیف الرحمٰن پیر ارچی مبارک قدس سرہٗ العزیز کے علمی وروحانی تصرفات میں سے ایک ہے۔

اسی عجالہ نافعہ میں خاتمۃ الحفاظ امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ کا مختصر رسالہ ''بلوغ المآرب فی قص الشوارب'' بھی ترجمہ وتخریج کے ساتھ پہلی بار علمی تبرک کے طور پر پیش کرنے کی سعادت حاصل کی جارہی ہے۔

گر قبول افتد زہے عزّ وشرف

خادم علم الحدیث ' محمد شہزاد مجددی

مسئلہ حلق الشوارب

الحمدُ للّٰہِ نحمدہٗ وَ نصلّیْ ونسلّمُ علٰی رسولہ الکریم.

امّا بعد!

فاعوذباللّٰہ من الشیطان الرجیم. بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم.

قال الشیخ الامام النسائی أخبرنا... (بسندہ) عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ، عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال الفطرۃ خمس" الختان و حلق العانۃ و نتف الابط و تقلیم الاظفار وحلق الشارب. (السنن الکبریٰ النسائی: کتاب الطھارۃ، ۶۵/۱)

ترجمہ: پانچ چیزیں فطرت سے ہیں۔

۱-ختنہ کرنا ۲-زیرناف بال مونڈنا ۳-بغلوں کے بال صاف کرنا

۴-ناخن تراشنا ۵-مونچھوں کا مونڈھنا

پیش نظر تحریر دراصل درس حدیث پر مبنی گفتگو کی تحریری شکل ہے جس میں فہم شریعت اور تفقہ فی الدین کے حوالے سے چند اہم اور دلچسپ امور زیر بحث آئے ہیں۔ ان احادیث میں بیان کئے گئے امور سے تقریبا ہر مسلمان کو واسطہ پڑتا ہے بعض کو روزانہ، بعض کو ہفتے میں دو بار، بعض کو تین بار، بعض کو چار بار اور بعض لوگوں کو اپنی اپنی طبیعتوں اور مزاج کے حساب سے ان امور فطرت کو سرانجام دینا پڑتا ہے اور ساتھ ہی

ساتھ آج حدیث کی دو بڑی اور اہم کتب کا تعارف بھی پیش کیا جائے گا اور کچھ باتیں فن حدیث سے متعلق بھی ہوں گی جو عموماً درس حدیث میں کم بیان ہوتی ہیں، امید ہے وہ بھی آج زیرِ بحث آئیں گی۔ جس حدیث کو میں نے متن بنایا ہے یہ سننِ نسائی کبریٰ میں درج ہے۔ صحاح ستہ جو کہ حدیث کی چھ بڑی کتابیں ہیں ان میں سے ایک کتاب کا نام سنن نسائی شریف ہے لیکن ہم نے جو حدیث لی ہے یہ صحاح ستہ والی سنن نسائی (صغریٰ) میں نہیں ہے جبکہ امام الحافظ ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب النسائی (م۔۳۰۳ھ) رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ وہی ہیں۔ یہ ایک انکشاف بھی ہے اور ایک نئی کتاب کا تعارف بھی۔ سنن حدیث کی اس کتاب کو کہتے ہیں جس میں محدث وہ احادیث جمع کرتا ہے جن کا تعلق احکام شریعت سے ہو۔ آپ سنتے ہیں الجامع الصحیح للبخاری اصطلاح حدیث میں یہ الجامع المسند ہے۔ الجامع اصطلاح محدثین میں اس کتاب کو کہتے ہیں جس میں حسب ذیل آٹھ ابواب شامل ہوں، ۱۔ باب العقائد ۲۔ احکام ۳۔ الرقاق ۴۔ آداب الطعام والشراب ۵۔ التفسیر والتاریخ والسیر ۶۔ باب السفر والقیام والقعود (الشمائل وغیرہ) ۷۔ باب الفتن ۸۔ المناقب والفضائل۔ یہ آٹھ چیزیں مل کر بنتی ہیں المسند الجامع۔ صحیح مسلم بھی بالکل اسی طرز پہ ہے۔ پھر آپ صحاح میں دیکھتے ہیں کہ آگے کتاب آتی ہے سنن ابی داؤد، سنن نسائی، سنن ابن ماجہ تو یہ جو لفظ سنن لگتا ہے اس کی ایک خاص وجہ ہے وہ یہ کہ اس میں محدث مختلف ابواب کے تحت ان احادیث کو جمع کرتا ہے جن کا تعلق قوانین شریعت کے ساتھ ہے، احکام کے ساتھ ہے۔ اس کا مقصد کیا ہوتا ہے یا تو وہ صاحب کتاب خود مجتہد ہوتا ہے اور اگر وہ مجتہد نہ ہو لیکن محدث ہو تو وہ ایسی احادیث کو اپنے علم کی روشنی میں جمع کرتا ہے۔ جس سے کوئی دوسرا مجتہد استفادہ کر سکے اور احکام شریعت کا استنباط کر سکے۔ اگر یہ بات سمجھ میں آجائے تو ایک گتھی سلجھ جاتی ہے ایک بہت بڑا دقیق مسئلہ حل ہوتا ہے اور یہ ہمارے برعظیم پاک و ہند میں

رہنے والوں کے لئے سمجھنا ضروری ہے کیونکہ بعض دفعہ ان مسائل کو نہ سمجھنے کی وجہ سے لوگوں کا ایمان بھی جا سکتا ہے لوگ اپنے ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں، گمراہ ہو جاتے ہیں، راہِ راست سے ہٹ جاتے ہیں اور انہیں کم علمی کے باعث گمراہ کر دیا جاتا ہے۔ وہ کیا ہے؟ ہر محدث اپنے مذہب کی تائید میں وہ احادیث جمع کرتا ہے جن سے اس کے (فقہی) مذہب کی تائید ہوتی ہو جیسے امام محمد بن اسماعیل البخاری (۱۹۴-۲۵۶ھ) علیہ الرحمۃ الباری ہیں۔ امام بخاری نے ان احادیث کی تخریج کی ہے جن سے ان کے مؤقف یا ان کے مذہب کی تائید یا مذہب شافع یا مذہب حنبلی کے مؤقف کی تائید ہوتی ہے۔ ترجیحاً انہوں نے ان احادیث کو جمع کیا۔

امام بخاری نے شعوری طور پر اپنی الجامع الصحیح میں ایک بھی ایسی حدیث لانے کی کوشش نہیں کی جس سے مذہب حنفی کو تائید یا سپورٹ ملتی ہو۔ اس کی وجہ کیا تھی کہ وہ بعض ایسے اساتذہ اور شیوخ سے پڑھے تھے جو احناف کے بارے میں متعصب تھے انہیں امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے شدید تعصب تھا۔ انہیں میں سے ایک شیخ حمیدی ہیں۔ ان کی اپنی مسند حمیدی بھی ہے۔ امام بخاری جو پہلی حدیث بخاری شریف میں لائے ہیں وہ اپنے اس شیخ سے لائے ہیں۔ ظاہر ہے جب استاد میں شدید تعصب ہوگا تو وہ آگے شاگرد میں بھی منتقل ہوگا۔ جو شاگرد استاد کے بہت زیادہ قریب ہوتا ہے وہ دوسروں کی نسبت استاذ کا اثر بھی زیادہ لیتا ہے۔ امام بخاری چونکہ ذہین تھے، لائق تھے، طباع تھے اور صاحب حفظ و اتقان تھے لہذا استاد کے بھی زیادہ قریب تھے۔ حالانکہ یہ عرب نہیں تھے بلکہ عجمی تھے ان کا تعلق بخارا سے تھا یعنی Central Asia (وسط ایشیا) سے اور یہ صحاح ستہ والے سارے محدثین غیر عرب ہیں۔ یہ بڑی غور طلب بات ہے۔ بعض عرب بڑی نخوت کا اظہار کرتے ہیں یا فلان! یا ہندی یا عجمی، ہم ان سے کہتے ہیں ذرا غور سے دیکھو تو سہی۔ بخاری سے لے

کر ابن ماجہ تک سارے عجمی ہیں اور ان میں سے ایک (جغرافیائی اعتبار سے) ہندی بھی ہے۔ امام ابو داؤد رحمۃ اللہ علیہ اس زمانے میں جو ہندوستان کی باؤنڈریز تھیں ان میں افغانستان کا کافی ایریا اور سندھ کا کافی علاقہ شامل تھا۔ جو بجستان کہلاتا تھا یہ آج کل سیستان ہے یہ ہرات اور پاکستان کی سرحد کا درمیانی علاقہ ہے۔

امام ابوداؤد سلیمان بن الاشعث (۲۰۲ تا ۲۷۵ھ) کا تعلق وہاں سے تھا۔ یہ تھوڑا سا اشارہ میں نے دیا ہے اس کو ذہن میں رکھ لیں تو ان شاء اللہ جو لوگ غلط فہمیاں پھیلاتے ہیں یا یہ تاثر دیتے کہ شاید حدیث کی ایک ہی کتاب (صحیح بخاری) ہے اور جو حدیث اس میں نہ ہو وہ حدیث ہی نہیں ہے۔ یہ ساری غلط فہمیاں اس لاعلمی کی وجہ سے پھیلتی ہیں جو ہمارے ہاں پائی جاتی ہے۔ بایں ہمہ ہم سے ایک بڑی علمی کوتاہی ہوئی ہے۔ ہمارے ہاں درس نظامی کے طالب علم کو چھ سال فقہ پڑھانے کے بعد آخری سال اس کو غیر احناف کی کتابیں پڑھائی جاتی ہیں جن کا شمار صحاح ستہ میں ہوتا ہے۔ ظاہر ہے وہ حدیث کی کتاب ہے اور ایک مسلمان پر حدیث کا اپنا ایک اثر ہوتا ہے جو لوگ فنِ حدیث اور اس کی باریکیوں کو سمجھتے ہیں ان کا یہ تجربہ ہے کہ بچے کو چھ سال پڑھا کے ہم اپنے ہی ہاتھ سے پانی پھیر دیتے ہیں۔ فقہاء کی بات کو سمجھنے اور جاننے کے لئے جب اس کی فکر اور مزاج بالکل تیار ہوتا ہے تو اس کے برعکس پے در پے اور مسلسل جب وہ احادیث کا مطالعہ کرتا ہے جن میں رفع یدین کرنے، آمین اونچی کرنے کا ذکر بھی آ رہا ہے تو اس کا اثر یوں ظاہر ہوتا ہے کہ ایک متنازعہ فضا اس کے ذہن میں تیار ہو جاتی ہے یا وہ کہتا ہے کہ جو پچھلا پڑھا ہے وہ تو فقہا و مجتہدین کا لکھا ہوا تھا اور یہ فرامین تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہیں جن کا ہم نے کلمہ پڑھا ہے لہذا اگر وہ کچھ بھی نہ کرے تو لاشعوری طور پر وہ چیزیں اس کے اندر **Feed** ہو جاتی ہیں جس کے نتیجے میں اس کے اندر وہ رسوخ اور وثوق پیدا نہیں ہو پاتا جو ایک حنفی فاضل اور ایک حنفی

عالم میں ہونا چاہئے۔

سنن کبریٰ نسائی شریف حدیث کی وہ کتاب ہے جو امام نسائی نے آٹھ جلدوں میں مرتب کی اور پھر اسی میں سے ایک انتخاب کیا جس کا نام سنن مجتبیٰ نسائی ہے یہ ایک Volume (جلد) میں ہے اور صحاح ستہ میں شامل ہے۔

میں نے جو حدیث پڑھی ہے یہ سنن نسائی کبریٰ کی پہلی جلد صفحہ ٦٥ باب الطہارت سے ماخوذ ہے۔ سیدنا ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ نے اس کو روایت کیا ہے جن کا اسم گرامی عبدالرحمٰن بن شمس ہے۔ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔

قَالَ اَلفِطْرَۃُ خَمْس" ترجمہ: فطرت پانچ چیزوں میں ہے

فطرت کیا ہے؟ اس کا ایک سیدھا معنیٰ سنت ہے جب فطرت کا لفظ آئے تو اس سے مراد ہو گی حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور گزشتہ جتنے انبیاء ہیں ان سب کی سنت۔ اس کا دوسرا معنیٰ حدیث صحیح میں یوں ہے۔

كُلُّ مَوْلُوْدٍ يُوْلَدُ عَلَى الفِطْرَةِ

ترجمہ: ہر پیدا ہونے والا بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے۔

فطرت کیا ہے۔ پیدا کرنے والا، بنانے والا اپنی بنائی ہوئی تخلیق کو جس حالت میں دیکھ کر خوش ہوتا ہے وہ فطرت ہے۔ اس نے اسے جس مقصد کے لئے بنایا اس مقصد اس راستے پر رہنے کا نام فطرت ہے۔ اس (Track) یا طریق سے ہٹ جانا گویا فطرت سے ہٹ جانا ہے۔ جب بندہ فطرت سے ہٹ گیا پھر وہ گیا۔ اس معنیٰ میں ہم ایک لفظ بچپن سے سنتے ہیں اور بڑے ہو جاتے ہیں کہ اسلام دین فطرت ہے۔ یعنی اسلام عین اس طریق حیات کا نام ہے اس Way of Life کا نام ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے کے لئے پسند فرمایا ہے۔ جو اس کو چھوڑتا ہے وہ فطرت سے حقیقت سے اور اپنی اصل سے دور ہو جاتا

ہے۔

فطرۃ کی تفسیر میں شراح کے اقوال

فطرۃ کی تفسیر میں اختلاف ہے یا اس سے مراد دین ہے جیسا کہ قرآن کریم میں ہے: فطرۃ اللہ التی فطر الناس علیھا (الآیۃ)

اس آیت میں فطرۃ سے مراد دین ہے امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بھی یہی منقول ہے کہ مسواک من سنۃ الدین ہے، وضو یا نماز کے ساتھ خاص نہیں جیسا کہ گزر چکا یا فطرۃ سے مراد فطرۃ سلیمہ اور طبع سلیم ہے یعنی دس چیزیں صاحب فطرۃ سلیمہ کی خصلتیں ہیں جو لوگ طبع سلیم رکھتے ہیں ان کی عادات و خصائل میں سے ہیں اور اصحاب فطرۃ سلیمہ کے اولین مصداق تو حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ ہی ہیں کہ ان کے مزاج اور طبیعت کی سلامتی و اعتدال اعلیٰ درجہ کی ہوتی ہے ان کا اس میں کوئی ہمسر نہیں ہو سکتا۔ ثم الاقرب فالاقرب اور ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد سنت ابراہیمی ہے۔ چنانچہ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ آیت کریمہ "واذابتلیٰ ابراھیم ربہ بکلمات فاتمھن" میں کلمات سے مراد یہی خصال فطرت ہیں جو حدیث میں مذکور ہیں۔

میں کہتا ہوں اس سے ان خصال فطرت کی فضیلت و اہمیت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ حق تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو نبور مقدرہ عطا فرمانے سے پہلے ان خصال کا مکلف فرمایا اور جب ان کی جانب سے تکمیل و تعمیل ہو گئی تب ہی ان کو نبوت عطا ہوئی اور علم سے مقصود عمل ہی ہے۔ لہٰذا ہم سب کو بھی اپنی پوری زندگی میں ان خصال فطرت کا اہتمام چاہیئے۔

خصالِ فطرت کا حکم

اس کے بعد جاننا چاہیئے کہ امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ ان خصال میں اکثر ایسی

ہیں جو علماء کے نزدیک واجب نہیں اور بعض ایسی ہیں جن کے وجوب اور سنیت میں اختلاف ہے جیسے ختان ابن العربی نے شرح مؤطا میں لکھا ہے کہ میرے نزدیک یہ خصال خمسہ جو حضرت ابوہریرۃؓ کی حدیث میں مذکور ہیں (جو ہمارے یہاں آگے آرہی ہے) سب کی سب واجب ہیں اس لئے کہ اگر کوئی شخص ان کو اختیار نہ کرے تو اس کی شکل و صورت آدمیوں کی سی باقی نہیں رہے گی لیکن اس پر ابوشامہ نے ان کا تعقب کیا ہے کہ جن اشیاء سے مقصود اصلاح ہیئت اور نظافت ہو وہاں امر ایجابی کی حاجت نہیں بلکہ صرف شارع علیہ السلام کی طرف سے اس طرف توجہ دلانا کافی ہے۔

حدیث عائشہ عشر من الفطرۃ کی جامعیت کے باوجود امام بخاری نے اس کو کیوں نہیں لیا؟

یہ حدیث اسی طرح یعنی بلفظ عشر من الفطرۃ مسلم میں بھی وارد ہے لیکن امام بخاری نے اپنی صحیح میں ابوہریرۃؓ کی حدیث کو لیا ہے جس میں

الفطرۃ خمس الختان والا ستحداد وقص الشارب و تقلیم الاظفار و نتف الابط

لیکن ظاہر ہے کہ اس حدیث عائشہؓ کی افادیت زائد ہے اس میں بجائے پانچ خصلتوں کے دس خصلتیں ذکر فرمائی گئی ہیں تو پھر کیا وجہ ہے کہ امام بخاری نے اس حدیث کو نہیں لیا؟ علامہ زیلعیؒ نے اس کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ اس حدیث میں دو علتیں ہیں ایک یہ کہ اس کی سند میں مصعب بن شیبہ راوی ہے جو متکلم فیہ ہے دوسری علت یہ کہ اس کی سند میں اضطراب ہے اس لئے کہ اس حدیث کو مصعب طلق بن حبیب سے مسئلہ نقل کر رہے ہیں اور سلیمان تیمی نے اس کو طلق بن حبیب سے مرسلاً نقل کیا ہے۔ ان ہی دو علتوں کی وجہ سے امام بخاریؒ نے اس کی تخریج نہیں فرمائی۔ مطلق کی یہ حدیث مرسل نسائی شریف میں ہے۔ انہوں نے اس

حدیث کو دنوں طرح ذکر کیا ہے۔ مسنداً اور مرسلاً اسی طرح امام ابوداوُدؒ نے آگے چل کر مطلق کی اس حدیث مرسل کو تعلیقاً ذکر فرمایا ہے۔

خصال فطرۃ کی تعداد میں روایات کا اختلاف اور اس کی توجیہ

یہاں ایک سوال یہ پیدا ہو گیا کہ ابو ہریرۃؓ کی روایت میں ہے خمس من الفطرۃ اور حضرت عائشہؓ کی روایت میں ہے عشر'' من الفطرۃ اور بعض روایات میں تین کا ذکر ہے چنانچہ بخاری کی ایک روایت میں صرف تین ہی مذکور ہیں **حلق العانة ،تقليم الاظفار و قص الشارب** جواب یہ ہے کہ **ذكر القليل لا ينا فى الكثير** (یعنی کم کا ذکر زیادہ کے منافی نہیں) اور دوسرے لفظوں میں کہئے **مفهوم العدد ليس بحجة** یعنی جہاں دس سے کم بیان کی گئی ہیں بلکہ خود دس میں بھی انحصار مقصود نہیں ہے اور مطلب یہ ہے کہ منجملہ خصال فطرۃ کے اتنی ہیں ہر جگہ منجملہ ہی مراد ہیں خواہ اس کے ساتھ دس کا عدد ذکر کیا گیا ہو یا پانچ یا تین کا۔ لفظ الفطرۃ سے پہلے جو من ہے وہ اسی طرف مشیر ہے۔ ہاں اگر ہر جگہ حصر مقصود ہوتا تب یقیناً تعارض تھا باقی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حسب موقعہ اور حسب حاجت ان خصال کو بیان فرمایا جہاں صرف تین کا ذکر کرنا مناسب خیال فرمایا وہاں تین اور جہاں اس سے زائد مناسب سمجھا وہاں اس سے زائد بیان فرمایا۔ فصحاء و بلغاء کے کلام میں ان سب چیزوں کی رعایت ہوا کرتی ہے اور آپ سے بڑا فصیح و بلیغ کون ہوگا۔ دوسرا جواب یہ دیا گیا ہے کہ مقصود اگر چہ حصر ہے لیکن شروع میں آپ کو تین کا علم دیا گیا تو آپ نے تین بیان فرمائیں پھر آپ کو مزید دو کا علم دیا گیا تو آپ نے پانچ بیان فرمائیں۔ پھر آپ کے علم میں اور اضافہ ہوا تو دس بیان فرمائیں۔ تیسرا جواب یہ دیا گیا ہے کہ پانچ اور تین کا حصر حصرِ حقیقی نہیں بلکہ حصر ادعائی ہے۔ مبالغہ کے لئے جیسا کہ اس حدیث میں ہے ''الدين النصيحة''

"الحج عرفة" تو جہاں جن خصلتوں کے بیان کی زائد ضرورت سمجھی آپ نے وہاں ان ہی کو حصر کے ساتھ بیان فرمایا گویا یہ سمجھئے کہ بس خصال فطرت یہی ہیں۔

حافظ (ابن حجر) فرماتے ہیں کہ ابن العربی نے ذکر کیا ہے کہ مختلف روایات کو جمع کرنے سے خصال فطرت تیس تک پہنچ جاتی ہیں۔اس پر حافظ نے اشکال کیا کہ اگر ان کی مراد یہ ہے کہ خاص لفظ فطرۃ کے اطلاق کے ساتھ تیس خصال وارد ہیں تب تو ایسا نہیں ہے اور اگر مراد مطلق خصال ہے تب تیس میں بھی انحصار نہیں بلکہ اس سے بہت زائد ہو جائیں گی۔(فتح الباری، بحوالہ الدّ ر المنضو د علیٰ سنن ابی داؤد:۱/ ۱۶۳ طبع کراچی)

اسی ضمن میں ایک اور پہلو بھی لائق توجہ ہے، کہ بنیادی طور پر ہمارے پاس حصولِ لذت کے دو ذرائع ہیں جو اللہ تعالیٰ نے ہمارے وجود کے اندر رکھے ہیں۔یہ بات انتہائی قابلِ غور ہے اور یہ چند صوفیہ کرام کی تحقیق ہے کہ پیدا کرنے والے نے انسان کے اندر دو ذرائع رکھے ہیں جن کے ذریعے وہ حظ، لطف اٹھاتا ہے، تسکین حاصل کرتا ہے۔ان دو میں سے ایک روح اور دوسرا نفس ہے۔روح بھی حصول لذت کا ایک ذریعہ ہے ایک آلہ ہے اس کے لئے بھی سکون، اطمینان، تسکین، راحت اور لذت جیسی چیزیں ملتی ہیں۔جبکہ نفس بھی ایک ذریعہ ہے جو ان چیزوں کو اپنی طرف کھینچتا ہے اور وہ بھی سکون، راحت اطمینان اور حصول لذت کا ذریعہ بنتا ہے لیکن وہ سکون، وہ راحت وہ لذت جو روح کے ذریعے آئی وہ Possitive ہے اور وہ راحت، وہ لذت جو روح کے ذریعے آئی وہ مثبت ہے اور وہ راحت وہ لذت، وہ سکون جو نفس کے ذریعے آیا وہ منفی ہے چونکہ نتیجہ دونوں کا ایک ہے اس لئے انسان ان میں فرق نہیں کر پاتا۔ایک شخص گانا سن رہا ہے اسے لذت آ رہی ہے ایک شخص قوالی سن رہا ہے اسے بھی لذت آ رہی ہے۔ایک شخص نعت سن رہا ہے اسے بھی لذت آ رہی ہے اور ایک شخص قرآن پاک کی تلاوت سن رہا ہے اسے بھی لذت آ رہی ہے اور کچھ

ایسے بھی ہوتے ہیں جنہیں کچھ بھی نہیں ہوتا وہ بالکل ہی فارغ ہیں۔

اولئک کالانعام بل ھم اضل۔ یہ چوپائے ہیں بلکہ ان سے بھی بدتر۔

کیونکہ یہ وہ فطری تاثر ہے جو حیوانات اور جانور بھی دیتے ہیں یہ حس جانوروں کی بھی Active ہوتی ہے۔ اس پر آگے بڑے طویل مباحث ہیں، صوفیہ کرام کے اقوال وارشادات اور قرآن وحدیث میں اس کے متعلق بہت کچھ ہے۔ یہ دو بنیادی باتیں سمجھنے کے بہت لائق ہیں اس لئے یہاں بہت سے لوگ ٹھوکر کھا جاتے ہیں تو اس میں فرق ہوگا۔ جو شخص قوالی سے لذت پا رہا ہے، جو شخص نعت سے لذت اٹھا رہا ہے اور جو تلاوت قرآن پاک سے لذت اٹھا رہا ہے، بعض لوگوں کو نعت میں لطف آتا ہے لیکن تلاوتِ قرآن میں لطف نہیں آتا، بعض لوگوں کو قوالی میں لطف آتا ہے لیکن انہیں نعت میں کشش محسوس نہیں ہوتی۔ اس کا مطلب ہے کہ پیچھے کوئی Basic فالٹ ہے، کوئی خرابی ہے، فنکشن ٹھیک نہیں ہے یا جو Source ہے وہ پوری طرح سے کام نہیں کر رہا ہے وہ پوری طرح Active نہیں ہے کیونکہ محض سکون ملنا کافی نہیں بلکہ دیکھنا یہ ہے کہ سکون روح کے راستے آ رہا ہے یا نفس کے راستے آ رہا ہے۔ اگر نفس حظ اٹھا رہا ہے تو اگر وہ قرآن بھی ہو تو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قابلِ قبول نہیں۔

انَّ النَّفۡسَ لَاَمَّارَةٌ بِالسُّوۡءِ. (یقیناً نفس برائی ہی کا حکم دیتا ہے)

کیونکہ وہ جب بھی جائے گا شر ہی کی طرف جائے گا۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک شخص آیا اس نے کہا کہ میں قرآن پڑھتا ہوں ذرا سُن لیں۔ فرمایا نہیں، پھر کہنے لگا، میں حدیث پڑھتا ہوں سُن لیں، فرمایا نہیں۔ میں کچھ اور سبق سناتا ہوں سن لیں، فرمایا نہیں، پھر وہ شخص چلا گیا۔ اہل مجلس نے پوچھا حضرت وہ قرآن سنانا چاہتا تھا آپ نے انکار فرمایا تو امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ

نے فرمایا کہ جب تم کوڑے کے ڈھیر کے پاس سے گزرتے ہو تو ناک پر کپڑا کیوں رکھتے ہو۔ کہنے لگے حضور وہ گندی، نجس اور بدبودار ہوتی ہے۔ اس لئے ناک پر کپڑا رکھتے ہیں تو فرمایا جب وہ ہوا پیچھے سے آتی ہے تو کیا وہ گندی اور بدبودار ہوتی ہے۔ کہنے لگے جی نہیں وہ تو پاک ہوتی ہے۔ امام صاحب نے فرمایا کہ جب پاک ہوا کوڑے کے ڈھیر سے مس کر کے گزرتی ہے تو خود پاک ہونے کے باوجود گندے اثرات ساتھ لے آتی ہے۔ فرمایا یہ شخص بدعقیدہ تھا اس لئے میں نے اس سے قرآن بھی نہیں سنا کہ کہیں اس کے اندر کی نجاست اس پاک کلام کے ساتھ مل کر میرے اندر نہ چلی جائے، تو یہ ساری چیزیں ہی اس میں شمار ہوتی ہیں۔

اسلام دین فطرت ہے جو اسلام کا پیروکار ہوگا وہ فطرت کے خلاف کیسے جا سکتا ہے۔ فرمایا کہ پانچ چیزیں فطرت سے ہیں۔

۱- ختنہ کرنا ۲- موئے زیر ناف صاف کرنا ۳- بغلوں کو صاف کرنا

۴- ناخن تراشنا ۵- مونچھوں کا مونڈنا

بخاری، مسلم، صحاح ستہ اور دیگر حدیث کی کتابوں میں کافی متون ہیں جن میں یہ الفاظ آتے ہیں۔ صحیح مسلم میں ایک حدیث پاک ایسی بھی ملتی ہے جس میں فرمایا:

الفطرة عشرة.....الخ ترجمہ: فطرت دس چیزیں ہیں

اُمّ المؤمنین عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دس باتیں پیدائشی سنت ہیں۔ 1: مونچھیں کترنا۔ 2: داڑھی چھوڑ دینا۔ 3: مسواک کرنا۔ 4: ناک میں پانی ڈالنا۔ 5: ناخن کاٹنا۔ 6: پوروں کا دھونا (کانوں کے اندر اور ناک اور بغل اور رانوں کا دھونا) 7: بغل کے بال اکھیڑنا۔ 8: زیر ناف بال لینا۔ 9: پانی سے استنجاء کرنا (یا شرمگاہ پر وضو کے بعد تھوڑا سا پانی چھڑک لینا)۔ مصعب

نے کہا کہ میں دسویں بات بھول گیا۔شاید کلی کرنا ہو۔وکیع رحمہ اللہ نے کہا: انتقاص الماء(جو حدیث میں وارد ہے)اس سے استنجاء مراد ہے۔

(صحیح مسلم: کتاب الطہارۃ ج ۱ص ۲۲۳)

بعض علماء نے یہ بحث اٹھائی اور آج کل پھر سے یہ بحث تازہ ہوئی کہ مونچھیں منڈوانے کے الفاظ بھی کہیں حدیث یا فقہ میں آئے ہیں یا نہیں؟ کیونکہ بعض علماء نے اسے مکروہ کہا ہے اور بعض نے اسے بدعت کہا ہے۔اس غلط فہمی کا ازالہ کرنے کے لئے اس متن کی تلاش جاری تھی۔ بحمد اللہ! قرعۂ فال بنامِ من دیوانہ زدند

ہم کتابوں میں پڑھتے تھے کہ بعض آئمہ نے کہا کہ اس حدیث کو امام نسائی نے روایت کیا ہے تو ہم سنن نسائی صغریٰ (صحاح ستہ والی) میں دیکھتے رہے اس میں نہیں تھی۔الحمد للہ کافی عرصے کی تگ و دو کے بعد یہ عقدہ کھلا کہ ایک سنن نسائی کبریٰ بھی ہے۔جب سنن نسائی کبریٰ میں دیکھا تو امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ پہلی جلد کے پہلے باب میں نویں نمبر پر اس حدیث مبارکہ کو لائے ہیں۔جس میں ''حلق الشارب'' کے الفاظ آتے ہیں۔پھر امام طبرانی معجم کبیر کے اندر ایک بہت بڑے جلیل القدر امام حضرت عثمان ابن عبداللہ ابن راجع سے ایک روایت لائے ہیں اور اسے اپنی سند سے روایت کرتے ہیں۔

انہ رای ابا سعید الخدری و جابر بن عبداللہ و عبداللہ بن عمر،وسلمۃ بن الأکوع و ابا أسید البدری و رافع بن خدیج و انس بن مالک رضی اللہ عنہم "یاخذون من الشوارب کا خذالحلق و یعفون اللحی و ینتفون الأباط (معجم کبیر طبرانی ۱/۲۳۹)

ترجمہ: انہوں نے دیکھا ابو سعید خدری، جابر بن عبداللہ،عبداللہ بن سلمہ بن اکوع،ابو اسید البدری،رافع بن خدیج اور انس بن مالک رضی اللہ عنہم کو یہ سارے ہی جلیل القدر صحابہ

اپنی مونچھوں کو اس طرح پست کرتے تھے کہ جیسے مونڈی ہوئی ہیں اور داڑھیوں کو بڑھاتے تھے اور بغلوں سے بال اکھاڑتے تھے۔

اس روایت سے مزید تائید ہوئی کہ اکثر صحابہ کرام علیہم الرضوان کا یہ معمول تھا۔

ہمارے درس نظامی کے اندر صحاح ستہ، بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی، ابوداؤد اور ابن ماجہ یہ سارے غیر احناف محدث ہیں کوئی شافعی ہے اور کوئی حنبلی ہے۔ اب ہر محدث حق بجانب ہوتا ہے کہ وہ اپنا مجموعہ حدیث مرتب کرتے وقت اپنے مجتہدین کو وہ چیزیں، وہ مواد فراہم کرے جن سے ان کے اپنے مذہب کی تائید ہو اور انہیں سپورٹ ملے۔

حنفیوں کے اندر ایک بہت بڑے امام حدیث پیدا ہوئے جن کا نام نامی امام ابوجعفر احمد بن محمد الطحاوی (۲۳۹-۳۲۱ھ) ہے۔ انہوں نے ایک حدیث کی کتاب شرح معانی الآثار کے نام سے مرتب کی جس کو عرف عام میں طحاوی شریف کہتے ہیں۔ امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح معانی الآثار کے باب الکراہت میں ایک باب باندھا ہے، باب حلق الشارب" (مونچھیں منڈوانے کا باب) اس کتاب میں وہ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے احادیث لائے ہیں:

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم الفطرة عشرة فذكر قص الشارب

ترجمہ: فطرت دس چیزوں میں ہے۔ ان دس چیزوں کو بیان کیا اور فرمایا کہ ان کے اندر ایک مونچھیں پست کرنا ہے۔

پھر آگے انہی الفاظ سے عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت لائے ہیں۔ پھر مزید ایک روایت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لائے ہیں۔

انه قال الفطرة خمس"

پھر آگے ایک روایت مغیرہ ابن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لائے ہیں کہ:

انّ رسول اللہ ﷺ رای رجلاً طویل الشارب فدعا بسواک و شفرۃ فقصّ شارب الرجل علیٰ عودالسواک.

ترجمہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا جس کی مونچھیں بہت بڑھی ہوئی تھیں۔ بال لبوں پر گر رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک مسواک اور تیز دھار چھری لاؤ اس شخص کو بلایا اور پکڑ کر پاس بٹھایا اور مسواک رکھ کے اس شخص کی مونچھوں کو پست کیا۔

اسی طرح ایک دوسری روایت میں ہے کہ:

انّ رجلاً اتی النبیّ ﷺ طویل الشارب فدعا النبی ﷺ بسواک ثمّ دعا بشفرۃ فقصّ شارب الرجل علیٰ سواک.

ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک لمبی مونچھوں والا شخص حاضر ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسواک اور تیز دھار چھری منگوائی اور مسواک کے مطابق اس کی مونچھوں کو پست کردیا۔

مغیرہ ابن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود ایک روایت لائے ہیں، فرماتے ہیں:

اخذرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من شاربی علی السواک.

ترجمہ: حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خود میری مونچھوں کو مسواک کے مطابق رکھ کر پست کردیا۔ (شرح معانی الآثار: جلد ۲ ص ۳۰۷ طبع ملتان)

امام احمد بن محمد بن سلامہ، ابو جعفر الطحاوی (۲۲۹۔۳۲۱ھ) رحمۃ اللہ علیہ ایسے اکابر آئمہ میں سے ہیں کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک واسطے سے شاگرد ہیں۔ یہ تیسری صدی ہجری بنتی ہے۔ امام ابو جعفر الطحاوی کے ماموں امام مزنی علیہ الرحمہ، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے دستِ راست اور فقہ شافعی کے ائمہ میں سے تھے۔ یہ اپنی فقہ میں ایسے ہی بہت بڑے امام اور محدث تھے جیسے ہماری فقہ حنفی میں صاحبین (قاضی ابو یوسف اور امام محمد بن حسن شعبانی

رحمۃ اللہ علیہما) امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے شاگرد تھے اور ان کے بہت قریب تھے۔ ابھی لڑکپن ہی تھا، ایک دن سبق پڑھ رہے تھے کہ فقہ کا ایک مسئلہ چھڑ گیا: "اگر ایک مکمل پورا بچہ ماں کے پیٹ میں ہو اور ماں فوت ہو جائے تو کیا کیا جائے؟"

اب استاذ مختلف اقوال فقہا سنا رہے تھے کہ فلاں نے یہ کیا، فلاں نے یہ کہا، فلاں کا یہ فتویٰ ہے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عورت کا پیٹ چیر کر بچہ نکالنا جائز نہیں، اس کو اسی طرح دفن کر دیا جائے، جبکہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس عورت کا پیٹ چاک کر کے بچہ نکال لیا جائے اور پیٹ سی کر اُسے دفن کر دیا جائے۔ امام ابو جعفر الطحاوی انہی قدموں پہ اٹھے اور کہا جو امام میری موت پہ راضی ہے میں اس کی تقلید نہیں کروں گا کیونکہ میں بھی اسی طرح ماں کے پیٹ سی نکالا گیا تھا۔ جس امام کے فتوے پہ میری جان بچی ہے میں اسی کی پیروی کروں گا۔ اگر امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ کا نہ ہوتا تو میں آج قبر میں پڑا ہوتا۔ لہٰذا آپ وہاں سے فقہ شافعی سے فقہ حنفی کی طرف راغب ہو گئے۔ (حدائق الحنفیہ: ص ۱۹۱)

آپ آئمہ احناف (فقیہ ابوعمران وغیرہ) کی خدمت میں گئے ان سے تعلیم حاصل کی اور پھر خود فقہ حنفی کا ستون بنے۔ یہ ساری تحقیق جو میں عرض کر رہا ہوں امام ابو جعفر الطحاوی رحمۃ اللہ علیہ اس کی بنیاد ہیں۔ انہوں نے اس مؤقف کو سپورٹ کیا اس کی وجہ یہ بنی کہ جب یہ بحث چھڑی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قصوا الشوارب مونچھیں پست کرو۔ یا احفوا الشوارب ۔یعنی مونچھیں بہت زیادہ مبالغے کے ساتھ پست کرو۔ قص کہتے ہیں قینچی کے ساتھ مونچھوں کو تراشنا اور احفاء کہتے ہیں اتنا تراشنا کہ جیسے شیو کی ہو۔ پھر تیسری جگہ "انھکوا الشوارب" اور چوتھی روایت میں، "جزوا الشوارب" کے الفاظ ہیں۔

ان چار قسم کے الفاظ کے علاوہ بھی الفاظ جو دیگر روایات میں منقول ہیں ملتے ہیں

پھر محدثین نے انہیں تطبیق دی کہ مونچھوں کو پست کرو کہ نیچے سے چمڑی نظر آنے لگ جائے اور اعلیٰ ترین درجہ یہ ہے کہ مونچھیں بالکل صاف کرو یعنی منڈواؤ، یہ ترتیب محدثین نے قائم کی۔

پھر اس میں فقہا کے مختلف مذاہب آئے، امام دارالہجرہ، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اہل مدینہ میں سے تھے یہ بہت بڑے محدث اور امام تھے۔ انہوں نے فرمایا قص الشوارب، احفاء الشوارب ٹھیک لیکن حلق الشوارب ٹھیک نہیں ہے وہ مکروہ اور بدعت ہے وہ اپنے پیرو کاروں کو بالکل ایسا نہیں کرنے دیتے تھے۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک قص الشوارب بھی ٹھیک ہے لیکن احفاء الشوارب، (یا حلق الشوارب) جو بالکل قریب حلق ہے لائق ترجیح ہے۔ امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ شرح معانی الآثار میں امام اعظم ابوحنیفہ، قاضی ابویوسف اور امام محمد بن حسن شیبانی رحمہم اللہ تعالیٰ کا متفقہ فتویٰ لائے ہیں کہ ان تینوں کے نزدیک حلق (مونڈنا) افضل ہے اور سنت کے زیادہ قریب ہے اس کو وہ احسن کہتے ہیں۔

چنانچہ امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

القص حسن والحلق سنة و هو احسن من القص.

ترجمہ: مونچھوں کو پست کرنا بہتر ہے اور مونڈنا سنت ہے اور یہ پست کرنے کی نسبت زیادہ بہتر ہے۔ (شرح معانی الآثار: ج ۲ ص ۳۰۸ ط ملتان)

حضرت عقبہ بن مسلم روایت کرتے ہیں:

ما رأيت احداً اشدّ احفاءً لشاربه من ابن عمر، كان يحفيه حتىٰ انّ الجلد يرىٰ.

(شرح معانی الآثار: ج ۲ ص ۳۰۸ ط ملتان)

(ترجمہ) میں نے ابن عمر سے بڑھ کر کسی کو مبالغے کے ساتھ مونچھیں پست کرتے نہیں دیکھا، وہ

انھیں اس طرح جڑ سے اکھاڑتے تے کہ جلد ظاہر ہو جاتی تھی۔

عثمان بن ابراہیم الحاطب بیان کرتے ہیں:

رایٔت ابن عمر، یحفی شاربه کانّه ینتفه. (شرح معانی الآثار: ج ۲ص ۳۰۸ طملتان)

(ترجمہ) میں نے ابن عمر کو دیکھا کہ انھوں نے اپنی مونچھوں کو اتنا پست کیا ہے جیسے بالوں کو نوچا ہو۔

امام الطحاوی رحمۃ اللہ علیہ فقہ شافعی کو بڑی اچھی طرح جانتے ہیں کیونکہ وہ امام شافعی کے ایک واسطے سے شاگرد ہیں۔ فرماتے ہیں کہ میں نے امام شافعی کے دونوں سینئر ترین شاگردوں کو دیکھا ہے کہ وہ احفاء الشوارب کے قائل تھے وہ مائل بہ حلق تھے اور امام شافعی سے ایک قول کراہت (مکروہ) کا ملتا ہے اور ایک قول استحباب (یعنی مستحب ہونے) کا ملتا ہے۔

امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک امام شافعی کا موقف یہ ہے کہ یہ مستحب ہے کیونکہ میں نے ان کے دونوں سینئر شاگردوں کو دیکھا ہے۔ ان کا عمل وہی تھا جو فتویٰ ہمارے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا موقف بھی وہی ہے جو ہمارے احناف کا ہے۔ گویا تین آئمہ کا فتویٰ یہ ہے کہ احفاء الشوارب افضل ہے یعنی منڈوانا سنت کے زیادہ قریب ہے، جبکہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ قص الشارب کے قائل ہیں۔

شرح معانی الآثار جو حنفیوں کی حدیث کی کتاب ہے اس میں امام طحاوی نے وہ ساری احادیث، آثار، اقوال جمع کیے ہیں جو امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مدار ہیں۔ جس سے یہ غلط فہمی چھٹتی ہے کہ فقہ حنفی میں جو بات کہی جاتی ہے وہ امام اعظم ابو حنیفہ کا قول نہیں ہوتا بلکہ اس قول کے پیچھے ارشاد نبوی، قول رسالت یا پھر کوئی اثر صحابی ہوتا ہے۔

ہمارے ہاں کیا ہوا کہ ہیں حنفی اور پڑھنے لکھنے کا شوق بھی ہے لیکن ذہنوں پر صرف بخاری شریف سوار ہے

اَصحّ الکتب بَعْدَ کِتَابِ اللّٰہ البخاری.

یہ پراپیگنڈہ ہوا اوپر سے سونے پہ سہاگہ کہ اُدھر بھی وہی پڑھائی جا رہی ہے
بڑے امام کی کتاب تھی اور مقبولِ بارگاہ بھی تھی لہٰذا اس کو وہ مقام ملا لیکن دوسری سائیڈ بالکل Close ہوگئی اور یہ غلط ہوا، زیادتی ہوئی جس کے نتیجے میں یہ سارے Blanks سامنے آئے۔ جس کا آج ہمیں سامنا ہے۔ اس لئے میں شرح معانی الآثار پر زور دے رہا ہوں۔ اس کے علاوہ ہمارے امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہم اللہ تعالیٰ کی بھی ''کتاب الآثار'' ہے ان کے علاوہ بھی ہماری حنفیوں کی کتابیں ہیں جن کی بارے میں لوگوں کو بالکل تعارف نہیں۔ امام یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ، امام بخاری سے پہلے کے ہیں۔ امام بخاری ان کے شاگردوں کے شاگرد ہیں لیکن ظاہر ہے یہ کام شافعیوں نے تو نہیں کرنا تھا یہ حنفیوں کے کرنے کا کام تھا لیکن جب حنفیوں نے نہیں کیا تو کسی کو کیا پڑی تھی کہ وہ کرتا۔ ہمارے لوگوں میں جو بھی کوتاہیاں، کمزوریاں اور خامیاں رہی ہیں ان کی وجہ سے آج ہمیں بہت سارے بھگتان بھگتنے پڑ رہے ہیں۔ آج اس کے ازالے کی ضرورت ہے بلکہ اس کے کفارے کی ضرورت ہے وہ کفارہ ہوگا تو مسائل حل ہوں گے۔

امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک روایت لائے ہیں:

قال کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یجز شاربہ، و کان ابراھیم صلی اللّٰہ علیہ وسلم یجز شاربہ.

(ترجمہ) رسول اللہ ﷺ اپنی مونچھوں کو جڑ سے اکھاڑتے تھے، اور حضرت ابراہیم علیہ

السلام بھی مونچھوں کو بالکل صاف کر دیتے تھے۔

اب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اپنا عمل مبارک آ گیا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی مونچھوں کو بالکل صاف کر دیتے تھے۔اسی زمانے میں شیو کے ذرائع تو کم تھے لہٰذا بالوں کو باقاعدہ اُکھاڑا جاتا تھا اور وہ بالکل ایسے ہو جاتے تھی کہ جیسے ہیں ہی نہیں یعنی آج کی شیو کے برابر۔(حدیث میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے نام کے ساتھ بھی صلی اللہ علیہ وسلم آتا ہے)

اس طرح یہ سنت ابراہیمی ہوئی اور فطرت انہی دس چیزوں کو کہا گیا ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا معمول تھیں۔اس میں غرارہ کرنا،ناک کے اندر پانی ڈالنا،بغلوں کو صاف کرنا،موئے زیر ناف صاف کرنا،حلق شوارب یعنی مونچھوں کو مونڈنا(یا مبالغے سے پست کرنا)،غسل،داڑھی کو بڑھانا،استنجاء اور طہارت شامل ہیں۔بعض ائمہ نے مسواک اور عطر کو بھی ان مین شمار کیا ہے۔یہ ساری چیزیں عین فطرت ہیں۔بعض روایات میں اس کے علاوہ بھی کچھ چیزیں ملتی ہیں لیکن دس تک جا کر یہ حدیث ٹھہر جاتی ہے۔

(امام ابن العربی المالکی نے ان کے مجموعے کو تیس تک پہنچایا ہے)یعنی جملہ روایات کا احاطہ کرنے سے ان کی تعداد تیس تک پہنچتی ہے۔

امام طحاوی اور امام بدرالدین عینی رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ احفاء الشوارب سے مراد حلق الشوارب ہے کیونکہ لغت کے مطابق کسی چیز کے بالکل صاف کر دینے کو احفاء کہتے ہیں۔اسی طرح جزوا الشوارب اور واحفوا الشوارب سے بھی حلق الشوارب کی تائید ہوتی ہے۔

ایک حدیث مبارکہ کے معروف الفاظ ہیں حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ اس کے راوی ہیں،فرماتے ہیں:

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قصّوا الشوارب

مونچھیں پست کرو ایک لفظ ہے، مونچھیں منڈواؤ یہ دوسرا لفظ ہے اور داڑھیوں کو بڑھاؤ یعنی مونچھوں کو پست کرنا اور داڑھیوں کو بڑھانا یہ عین فطرت ہے۔

برٹش گورنمنٹ نے آ کر ہمیں اس فطرت سے دور کیا انہوں نے دیکھا کہ کوئی گیا گذرا مسلمان ہے وہ بھی داڑھی رکھتا ہے تو انہوں نے سرکاری ملازمین کو شیو الاؤنس دینا شروع کیا۔ ایک وقت تھا کہ مسلمانوں میں یہ تصور ہی نہیں تھا کہ داڑھی بھی منڈوانی ہے، نیک سیرت، معزز اور شرفاء تو درکنار، اس وقت چور، ڈاکو بھی داڑھی نہیں منڈواتے تھے۔ پھر ایک خاص پروگرام اور سازش کے تحت یہ چیزیں ہم سے دور کی گئیں۔ اس زمانے میں سرسید احمد خاں اور ان کے ساتھیوں نے انگریزوں کی پالیسیوں کو آگے بڑھانا شروع کیا ان کی Compain کرنا شروع کی اور تعلیم کے نام پر مسلمانوں کو اسلامی شعائر سے دور کر دیا گیا۔ اس صورت حال کے پیش نظر علامہ اقبال نے کہا تھا کہ:

ہم نے سوچا تھا کہ لائے گی فراغت تعلیم
کیا خبر تھی کہ چلا آئے گا الحاد بھی ساتھ

ہمیں کیا معلوم تھا کہ انگریز تعلیم کے ساتھ ساتھ ہمیں بے دین بھی بنائے گا، ہمیں ملحد بھی بنائے گا۔ سرسید احمد خاں کی خود بڑی داڑھی تھی لیکن انھوں نے انگریزوں کی پالیسی کو سپورٹ کیا اور ایک وقت وہ بھی آیا کہ مسلمان کے چہرے سے داڑھی غائب ہوگئی۔ جو مسلمان کی شناخت و پہچان تھی بغیر تعارف کے پتہ ہوتا تھا کہ یہ مسلمان ہے۔

حضرت میاں شیر محمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ اپنے زمانے میں مسلمانوں کو سکھوں کی مثال دیا کرتے تھے کہ دیکھو وہ اپنے گھٹیا ترین گورو کا طریقہ چھوڑنے پہ تیار نہیں اور تم کائنات کے ہادی اور آقا ﷺ کے امتی ہو کر ان کا طریقہ چھوڑتے ہو۔ تھوڑے دن پہلے

بارڈر ایریا میں ایک سکھ نے مسلمانوں سے کہا کہ "ساڈا گرو کدی ٹالی تے نئیں چڑھیا تے تہاڈا نبی تے عرشاں توہو آیا تے تُسی اوہدے طریقے تے نئیں چلدے۔"

عرشوں سے ہو کر آنے والی ہستی کا ہم طریقہ چھوڑے پھرتے ہیں جن کی شان یہ ہے: کہ بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

جس کا طریقہ ہی فطرت ہے دراصل سنت ہی فطرت ہے، جو سنت سے ہٹ گیا وہ فطرت سے ہٹ گیا۔ آپ سوچیں فطرت سے ہٹ کر جو زندگی گزاری جائے وہ بھی کوئی زندگی ہے۔ وہ بھی کوئی نظامِ حیات ہے وہ بھی کوئی لائف اسٹائل ہے۔ اسی کو قرآن نے کہا کہ

اولئک کالانعام بل هم اضل....

جو فطرت کے ٹریک سے اُترا وہ مویشی، چوپائے بلکہ ان کے لیول سے بھی نیچے چلا جاتا ہے کیونکہ انہیں مکلف نہیں بنایا گیا جبکہ تمہیں اشرف المخلوقات بنا کر حدود وقیود کا پابند کر کے احکام شریعت دیئے گئے اور تم انہیں اپنانے کو تیار نہیں۔

امام طحاوی علیہ الرحمہ کہتے ہیں:

حکم الشارب قَصُّهٗ حَسَنٌ و احفاءُهٗ احسن و افضل و هذا مذهب ابی حنیفة و ابی یوسف و محمد رحمهم اللّٰه تعالیٰ علیهم

مونچھوں کا حکم شرعی فقہ حنفی میں یہ ہے کہ مونچھوں کو پست کرنا اچھی بات ہے یعنی تراشنا جبکہ مونچھوں کو منڈوانا احسن و افضل ہے اور یہی امام اعظم ابوحنیفہ، امام ابو یوسف اور امام محمد بن حسن کا مذہب ہے۔

امام بدرالدین ابی محمد محمود بن احمد العینی بخاری کے سب سے بڑے شارح ہیں جس نے صحیح بخاری پڑھنی ہو وہ آپ کی شرح عمدۃ القاری ساتھ رکھ کر پڑھے پھر اسے سمجھ آئے گی کہ ہمارے امام کی شان کیا ہے۔

علامہ بدر الدین عینی رحمۃ اللہ علیہ عمدۃ القاری میں ایک باب لائے ہیں قص شارب اس کی پہلی لائن یہ ہے:

هذا باب في بيان سنة قص الشارب بل و جوبه

یہ باب ہے مونچھوں کو ترشوانے اور پست کرنے کے بارے میں اور اس کی سنیت بلکہ اس کے واجب ہونے کے بارے میں۔ اس باب میں آپ ایک روایت لائے ہیں جس کی وجہ سے یہ حکم واجب کے درجے میں چلا جاتا ہے۔

مَنْ لَمْ يَأخُذْ شارِبَهُ فَلَيْسَ مِنّا. (سنن نسائی: طهارة رقم: ۱۳)

ترجمہ: جس نے اپنی مونچھوں کو نہ تراشا تو وہ ہم میں سے نہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ایک صحابی رویفع بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ کو فرمایا تھا کہ:

انّ رسول اللّٰه ﷺ قال: يا رويفع! لعلّ الحياة ستطول بك بعدي، فاخبر النّاس. أنّه من عقد لحيته، او تقلّد وتراً، او استنجىٰ برجيع دآبّة او عظمٍ، فانّ محمّداً ﷺ بريٌ منهُ.

"اے رویفع! (ان شاء اللہ) اللہ تجھے لمبی عمر دے گا، میرے بعد میری امت میں کے لوگوں کو میرا پیغام پہنچا دینا کہ جس نے اپنی داڑھی کو گوندھا یا دھاگے سے باندھا (داڑھی رکھی ہے لیکن اس کو گوندھا ہوا ہے، لپیٹا ہوا ہے) یا جانور کی لید سے یا ہڈی سے استنجا کیا، ان کو میری طرف سے کہہ دینا۔ محمد ﷺ ان سے بری ہیں۔

اے لوگو! محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تم سے بَری ہیں یعنی تم سے بیزاری کا، لاتعلقی کا اعلان کرتے ہیں، تم سے ہمارا کوئی تعلق نہیں۔

آج بھی ہمارے اردگرد ایسے لوگ موجود ہیں جنہوں نے بے ہنگم داڑھیاں

بڑھائی ہوئی ہیں، اتنی بڑھائی ہوئی ہیں کہ:

كانهٗ سبع من السباع. گویا کوئی درندہ ہے۔

امام بدر الدین عینی رحمۃ اللہ علیہ عمدۃ القاری (شرح صحیح بخاری) میں سیدنا عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک روایت لائے ہیں:

وَكَان ابنُ عُمَرَ يُحفِيْ شارِبَهٗ حَتّٰى يُنْظَرَ الى بياضِ الجلد

ترجمہ: حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ مونچھوں کو اتنا پست کرتے تھے کہ ان کی جلد کی ساری سفیدی نظر آنے لگتی تھی۔

پھر اس کے تحت کافی روایتیں لائے ہیں، حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے صرف قص الشارب کے لفظ بھی منقول ہیں۔ ایک دوسری جگہ فرماتے ہیں:

من الفطرة قص الشارب

ترجمہ: مونچھوں کو پست کرنا عین فطرت ہے۔

یہ روایت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے:

انه رای رجلاً قد ترک لحيته حتى كبرت

ترجمہ: سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو دیکھا کہ داڑھی کو ایسے چھوڑا ہوا ہے کہ وہ بے ہنگم بڑھ گئی ہے۔

فاخذَ يجذَ بها ترجمہ: آپ نے اس شخص کو داڑھی سے پکڑا،

ثم قال ائتونی بحلمتين ثمّ امر رجلاً فجزما تحت يَدَه

پھر فرمایا: اسے چھاتیوں سے پکڑ کر میرے پاس لاؤ، پھر ایک آدمی کو حکم دیا تو اس نے جتنا مٹھی سے زائد تھا کاٹ دیا۔

اس طرح باقی ایک قبضہ یعنی ایک مٹھی رہ گئی۔

ثم قال: اذهب فا صلح شعرک او افسده

ترجمہ: فرمایا اب جا چاہے تو اپنے بالوں کو سنوار چاہے تو بگاڑ۔

اس کے بعد فرمایا:

یترک احدکم نفسه حتی کأنهٗ سبع من السباع .

ترجمہ: تم میں سے لوگ اپنے آپ کو اس طرح (بے لگام) چھوڑ دیتے ہیں جیسے درندوں میں سے کوئی درندہ ہو۔ (عمدۃ القاری:۱۵/۹۱)

کیونکہ درندوں میں نہ تو کوئی تہذیب ہوتی ہے اور نہ ہی وہ اپنے آپ کو سنوار کر رکھتے ہیں۔ یہ قابل غور بات ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ ساری گفتگو داڑھی کے بارے میں فرمائی۔

وکان ابوھریرۃ یقبض علی لحیته فیاخذ مافضل.

ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا معمول تھا کہ اپنی داڑھی مبارک کو مٹھی میں پکڑتے اور جو مٹھی میں نیچے سے زائد ہوتی وہ کاٹ دیتے۔

وعن ابن عمر مثله وقال آخرون :یاخذ من طولها و عرضها ما لم یفحش اخذه

عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کا بھی یہی معمول تھا کہ داڑھی کو اِدھر سے بھی اور اُدھر سے بھی پکڑتے اور جو زائد ہوتا اس کو کاٹ دیتے۔ یہاں تک کہ ترمذی شریف میں ایک روایت ہے۔

عن عمرو بن شعیب عن ابیه عن جده ان النبی صلی الله علیه وسلم کان یاخذ من لحیته من عرضها و طولها ،

(أخرجه الترمذی، کتاب الادب، باب ماجاء فی الأخذمن اللحیة)

ترجمہ) نبی ﷺ اپنی ریش مبارک کو طول وعرض سے سنوارتے تھے۔

ترمذی شریف میں ہے کہ خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے یہ بات ثابت ہے۔

ویسے تو آپ کی ریش مبارک کے بارے میں ہے کہ وہ قدرتی طور پر تراشی ہوئی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے دست قدرت سے ایسی سجا کے بھیجی تھی کہ اسے مزید کسی آرائش کی ضرورت نہیں تھی لیکن امتیوں کے لئے سنت بنانے کی خاطر کہیں کہیں ایسا ملتا ہے کہ داڑھی مبارک کو سنوارا کرتے تھے۔

ایک جگہ حدیث مبارکہ میں مطلق الفاظ فرمائے۔

اکرموا الشعر۔ (الکامل لابن عدی: ۳/ ۴۱۴، مجمع الزوائد: ۵/ ۱۶۷) اپنے بالوں کی تعظیم کیا کرو

حضرت ابوھریرہ سے مروی ہے:

من کان له شعرٌ فلیکرمهٗ. (سنن ابی داؤد ۴/ ۷۶)

(ترجمہ) جس کے بال ہوں وہ ان کی تکریم کرے۔

نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کسی شخص کو برے حال میں دیکھتے تو فرماتے کوئی ایسا بندہ ہے جو اسے لے جائے اور اس کی کنگھی کر دے اور اسے بتائے کہ تو نے نہانا بھی ہے، کپڑے بھی بدلنے ہیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کوئی چیز فطرت سے ہٹتی یا اس سے ٹکراتی ہوئی نظر آتی تو وہ آپ کو کھٹکتی تھی۔ آپ کی طبیعت مبارکہ پر وہ گراں گزرتی تھی۔

بعض علماء نے یہ غلط فہمی پھیلانے کی کوشش کی ہے کہ ایک روایت میں ہے:

لَیسَ مِنّا مَن حلق. جس نے منڈوایا وہ ہم میں سے نہیں۔

اس کا جواب سب علما نے یہ دیا ہے کہ اس سے مراد ٹنڈ یعنی سر منڈوانا ہے۔ قرآن مجید میں حلق ٹنڈ کروانے کے لئے استعمال ہوا ہے۔

لتدخلُنّ المسجدالحرام ان شاء اللّٰهُ اٰمنینَ مُحلّقِینَ رُؤُسکُم.....(الفتح:)

اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: رحم اللّٰہُ المُحلّقِینَ

اللہ تعالیٰ حج اور عمرے کے موقع پر ٹنڈ کروانے والوں پر رحم فرمائے یہ آپ نے تین بار فرمایا اور چوتھی بار فرمایا رَحِمَ اللّٰہ المُقَصّرِیْن.

(ترمذی: کتاب الحج. سنن دارمی: کتاب المناسک)

اللہ تعالیٰ حجامت کروانے والے پر بھی رحم فرمائے۔

صحیح بخاری میں "اللّٰھم ارحم المحلّقین" کے الفاظ بھی آئے ہیں۔ یہ اس موقع کے ساتھ خاص ہے لیکن اس کو شعار بنا لینا خوارج کی علامت ہے۔ بخاری شریف میں خوارج کی علامت سر منڈوانا بھی ہے۔ ابوداؤد (کتاب السنہ، رقم: ۴۷۶۷۔۴۷۶۸) وغیرہ میں

سیما ھم التحلیق ۔ کے الفاظ وارد ہیں۔ شارحین لکھتے ہیں: منڈوانے سے مراد شعار بنا لینا ہے کہ ہمیشہ اسی حال میں رہتا ہو۔ یہاں حلق سے مراد مونچھیں نہیں بلکہ سر منڈوانا ہے۔

قص الشارب میں روایات مختلفہ کی توجیہ اور مذاہب ائمہ

قول قص الشارب: شارب کے بارے میں چند الفاظ آئے ہیں لفظ قص لفظ جز اور لفظ احفاء اور نسائی کی ایک روایت میں بلفظ حلق بھی وارد ہوا ہے۔ سب سے کم درجہ قص ہے جس کی معنی ہیں موٹا، موٹا کاٹنا، یہ دراصل مقص سے ہے، جس کے معنی مقراض یعنی قینچی کے ہیں جیسا کہ قاموس میں ہے یعنی قینچی سے موٹا موٹا کاٹنا۔ اس سے زائد درجہ احفاء کا ہے یعنی مبالغہ فی القص باریک کاٹنا اس سے بھی اگلا درجہ حلق کا ہے، استرا سے بالکل مونڈ دینا۔ ایک تطبیق کی شکل تو یہی ہوگی کہ مختلف درجات بیان کئے گئے۔ ادنیٰ یہ ہے، اوسط یہ ہے، اعلیٰ یہ ہے۔ بعض نے تطبیق بین الروایات اس طرح کی کہ قص کے اندر تھوڑا سا مبالغہ کر

دیکھئے وہی احفاء ہو جاتا ہے اور اسی احفاء کو کسی نے مبالغہ کر کے حلق سے تعبیر کر دیا۔ یہ تو جواب ہے الفاظ روایات کے اختلاف کا، رہی یہ بات کہ فقہا کیا فرماتے ہیں۔

سو خلاصہ اس اختلاف کا یہ ہے کہ (راجح عندنا واحمد رحمۃ اللہ علیہ) احناف اور امام احمد بن حنبل کے نزدیک ترجیح احفاء یعنی مبالغہ فی القص کو ہے جیسا کہ طحطاوی وغیرہ میں ہے اور درمختار میں ہے کہ حلق شارب بدعت ہے اور کہا گیا ہے کہ سنت ہے۔ چنانچہ امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

القص حسن و الحلق سنة و هو احسن من القص

ترجمہ: مونچھوں کو پست کرنا بہتر ہے اور مونڈنا سنت ہے اور یہ پست کرنے کی نسبت زیادہ بہتر ہے۔ (شرح معانی الآثار: ج ۲ ص ۳۰۸)

اور انہوں نے پھر اس کو ہمارے ائمہ ثلاثہ یعنی امام صاحب وصاحبین تینوں کی طرف منسوب کیا ہے اور اثرم کہتے ہیں: میں نے امام احمد کو دیکھا کہ وہ احفاء شدید کرتے تھے اور فرماتے تھے۔ انہ اولی من القص امام شافعی وامام مالک کے نزدیک راجح قص ہے چنانچہ ابن حجر مکی شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اتنا کاٹا جائے کہ شفۃ علیا (اوپر والے ہونٹ) کی حمرہ (سرخی) ظاہر ہونے لگے اور بالکل جڑ سے بال نہ اُڑائے۔ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی احفاء سے منع کیا ہے اسی طرح امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ احفاء میرے نزدیک مثلہ ہے نیز جو شارب کا احفاء کرے اس کی پٹائی کی جائے حلق کے بارے میں انہوں نے فرمایا کہ یہ بدعت ہے۔

قولہ اعفاء اللحیة، ارسال لحیہ یعنی داڑھی کو چھوڑے رکھنا اور بڑھانا (اتخاذ لحیہ) مذاہب اربعہ میں واجب ہے اور اس میں مشرکین اور مجوس کی مخالفت ہے۔ جیسا کہ بعض روایات میں اس کی تصریح ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ

وسلم کا داڑھی رکھنا تشریعاً تھا محض عادۃً نہ تھا جیسا کہ بعض گمراہ کہہ دیا کرتے ہیں اور اس حدیث میں تو تصریح ہے کہ اعفاء لحیہ فطرت سے ہے اور فطرۃ تمام انبیاء سابقین کی سنت یا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان انبیاء کی سیرت کے اتباع کا حکم دیا گیا ہے۔ ارشاد ربانی ہے: فَبِهُدَاهُمُ اقْتَدِهْ.

(ترجمہ) پس آپ انبیاء سابقین کے طریقے کی پیروی کریں۔

اور حلق لحیہ مذاہب اربعہ میں حرام ہے صاحب ''منہل'' ☆ جو علماء ازہر میں سے ہیں انہوں نے منہل میں جملہ مذاہب کی معتبر کتابوں کی عبارتیں نقل کی ہیں جو حلق لحیہ کے حرام ہونے پر دال ہیں اور دیکھئے وہ یہ مسئلہ جامع ازہر میں بیٹھ کر لکھ رہے ہیں، جہاں کے بہت سے علماء اس میں غیر محتاط ہیں۔

اعضاء لحیہ ومقدار لحیہ کی شرعی حد:

داڑھی کی مقدار شرعی کیا ہے؟ عند الجمھور ومنہم الائمۃ الثلثۃ اس کی مقدار بقدر قبضہ ہے جس کا ماٰخذ فعل ابن عمر ہے کہ وہ جاز اور علی القبضہ کو کتر دیتے تھے جیسا کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو کتاب اللباس میں تعلیقاً ذکر فرمایا اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے مؤطا محمد میں اس کو ذکر فرما کر، وبہ ناخذ تحریر فرمایا ہے اب یہ کہ ماز اد علی القبضہ کا حکم کیا ہے، سو جاننا چاہئے کہ جمہور علماء اور ائمہ ثلاثہ کی ایک روایت یہ ہے کہ ماز اد علی القبضہ کو تراش دیا جائے اور یہ تراشنا ہمارے یہاں ایک قول کی بناء پر صرف جائز اور مشروع ہے اور ایک قول کی بناء پر واجب ہے۔ شافعیہ مطلقاً اعفاء کے قائل ہیں، اخذ ماز اد کے قائل نہیں۔ جیسا کہ ابن رسلان نے شافعیہ کا مذہب بیان کیا ہے نیز انہوں نے کہا ہے کہ:

☆ سنن ابی داؤد کی شرح ''المنہل العذب المورود'' مراد ہے جس کے مؤلف شیخ محمود بن محمد بن خطاب سبکی ہیں۔ (مجذوبی)

عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ کی حدیث

انہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کان یاخذ من اطراف لحیتہ .(الترمذی)

(ترجمہ) نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی داڑھی مبارک کے دونوں طرف سے بال چنا کرتے تھے۔
ضعیف ہے اور فروع مالکیہ وحنابلہ میں لکھا ہے کہ زیادۃ فی الطول یعنی داڑھی کا طول فاحش تشویہ الخلقۃ یعنی صورت کے بگاڑ کا باعث ہے اور لکھا ہے کہ حدیث میں اعفاء سے مقصود مطلق اعفاء نہیں بلکہ مجوس اور ہنود کی طرح کاٹنے سے روکنا مقصود ہے۔

(الدر المنضود علیٰ سنن ابی داؤد: ۱/ ۱۶۳ طبع کراچی)

☆☆☆☆

من لم يأخذ شاربهٔ فليس منّا (نسائی)

جس نے اپنی مونچھوں کو نہ تراشا وہ ہم میں سے نہیں۔

بلوغ المآرب

فی

قصّ الشوارب

تالیف:

امام جلال الدین سیوطی شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

تخریج و ترجمہ:

علامہ محمد شہزاد مجدّدی سیفی

دار الاخلاص (مرکز تحقیق اسلامی) لاہور

بسم اللّٰہ الرّحمٰن الرّحیم

الحمدللّٰہ وسلامٌ علیٰ عبادہ الّذین اصطفیٰ۔

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

یہ احادیث پر مشتمل جزء ہے جس کا عنوان میں نے ''بلوغ المآرب فی قص الشوارب'' رکھا ہے۔

امام بخاری و مسلم رحمہما اللہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں:

(باب إعفاء اللحی، بخاری)

عن ابن عمر رضی اللہ عنہما عن النبی ﷺ خالفوا المشرکین وفروا اللحی واحفوا الشوارب۔(۱)

(ترجمہ) سیدنا ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''مشرکین کی مخالفت کرو اور داڑھیاں بڑھاؤ اور مونچھیں کتراؤ۔''

''النہایہ'' میں ہے: احفاء الشوارب کا مطلب ہے کہ مونچھوں کو پست کرنے میں خوب مبالغہ کیا جائے۔

امام بخاری حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: کہ نبی ﷺ نے فرمایا: انھکوا الشوارب واعفوا اللحیٰ۔(۲)(ترجمہ) مونچھیں خوب پست کرو اور داڑھیاں بڑھاؤ۔

اور حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

جزّو االشوارب ۔(۳) یعنی مونچھیں اچھی طرح پست کرو۔

امام بزار علیہ الرحمہ (بسند حسن) حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں،

کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

انّ اهل الشرك يعفوا شواربهم و يحفون لحاهم فخالفوهم فاعفوا اللحىٰ و احفوا الشوارب۔(۴)

(ترجمہ) بے شک مشرکین اپنی مونچھیں بڑھاتے ہیں اور داڑھیاں کٹواتے ہیں تو تم ان کی مخالف کرو داڑھیاں بڑھاؤ اور مونچھیں کٹواؤ۔

حارث بن ابی اسامہ اپنی مسند میں یحییٰ ابن کثیر سے روایت کرتے ہیں، انھوں نے بیان کیا:

اتىٰ رجلٌ من العجم المسجد وقد وفّر شاربهٗ و جزّ لحيتهٗ فقال له رسول الله ﷺ ما حملك علىٰ هذا ؟فقال انّ ربّى امرنى بهذا،فقال له رسول الله ﷺ انّ الله تعالىٰ امرنى انْ اوفّر لحيتى و احفى شاربى۔(۵)

(ترجمہ) ایک عجمی شخص مسجد (نبوی) میں آیا اور اس نے اپنی مونچھیں بہت زیادہ بڑھا رکھی تھیں جبکہ داڑھی کٹوائی ہوئی تھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پوچھا تمہیں ایسا کرنے کو کس نے کہا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ میرے آقا نے مجھے ایسا کرنے کا حکم دیا ہے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں اپنی داڑھی کو بڑھاؤں اور اپنی مونچھوں کو پست کروں۔

امام طبرانی، رسول اللہ ﷺ کی خادمہ امّ عیّاش رضی اللہ عنہا سے (بالاسناد) روایت کرتے ہیں، فرماتی ہیں:

كان رسول الله ﷺ يحفى شاربه۔(۶)

(ترجمہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی مونچھوں کو پست کیا کرتے تھے۔

امام دیلمی مسند فردوس میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، انھوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

انـا آل مـحـمـدٍ نـعـفـی لـحانا و نحفی شاربنا و انّ آل کسریٰ یحلقون لحاھم ویعفون شواربھم ھدیّنا مخالفٌ لھدیھم۔(۷)

(ترجمہ) کہ ہم امت محمدیہ اپنی داڑھیوں کو بڑھاتے اور اپنی مونچھوں کو پست کرتے ہیں۔ جبکہ قوم کسریٰ والے اپنی داڑھیوں کو منڈواتے اور مونچھوں کو چھوڑ دیتے ہیں، ہمارا طریقہ ان کے طریقے کے برعکس ہے۔

الشیخ ولی الدین عراقی شرح سنن ابی داؤد میں مونچھیں پست کرنے کی حکمت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

مونچھیں پست کرنا خالص دینی معاملہ ہے اور یہ مجوسیوں کے شعار کی مخالفت ہے کیونکہ وہ مونچھیں بڑھاتے ہیں۔جیسا کہ روایات صحیحہ کے تسلسل سے ثابت ہے۔اور یہ دنیوی معاملہ بھی ہے کہ اس سے وضع قطع اچھی دکھائی دیتی ہے، جبکہ اس میں منہ سے متعلق امور میں نفاست کا بھی اہتمام ہے۔اور وہ چیزیں جو اس مقام سے چھوتی ہیں جیسے شہد اور پینے کی چیزیں وغیرہ (ان سے بھی حفاظت ہوتی ہے)۔اسی طرح اچھی وضع قطع دین سے بھی تعلق رکھتی ہے، کیونکہ اس طرح دین والے کے احکام کی بجا آوری بھی ہوتی ہے، اور اس میں اہل اقتدار جیسے حاکم وقت، مفتی اور خطیب وغیرہ کے لئے بھی تعمیل ارشاد کا سامان ہے۔ممکن ہے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں اسی طرف اشارہ ہو۔

وصوّرکم فاحسن صورکم فلا تشبّھوھا بما یقبحھا.(الایۃ)

اور اسی طرح ابلیس سے متعلق اس آیت میں ارشاد ہے:

ولامرنھم فلیغیّرن خلق اللّٰہ ....الخ

یہ سب کلام شیخ تقی الدین ابن دقیق العید علیہ الرحمۃ نے بالمعنیٰ ''شرح الالمام'' میں بیان کیا ہے۔

شیخ ولی الدین عراقی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے:

''اس کا مقتضا یہ ہے کہ مونچھیں پست کرنے سے بھی سنت ادا ہو جائے گی، لیکن صحیحین میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت ''واحفوا الشوارب'' (مونچھیں جڑ سے کاٹو) تراشنے سے زیادہ کاٹنے کے استحباب پر دلالت کرتی ہے۔ اور اس سے ان مقاصد کی بھی تائید ہوتی ہے جن کے حصول کے لئے موں چوں کو تراشنے کا حکم دیا گیا ہے اور وہ (مقاصد) یا تو مجوسیوں کے طریقے کی مخالفت ہے یا پھر مونچھیں رکھنے کی قباحتوں کا ازالہ ہے، لہٰذا ''احفوا'' کے ظاہری الفاظ سے بعض علماء (احناف وغیرہ) نے استدلال کیا اور مونچھوں کو جڑ سے اکھاڑنے اور مونڈنے کا موقف اختیار کیا۔ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ، بعض ائمہ تابعین اور اہل کوفہ (یعنی ائمہ احناف) نے اسی کو اختیار کیا ہے۔ جبکہ بعض دوسرے علماء نے جڑ سے اکھاڑنے اور مونڈنے سے منع کیا ہے، اور یہ امام مالک علیہ الرحمہ کا قول ہے، امام نووی علیہ الرحمہ نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے۔ اسی مسئلہ میں ایک تیسرا قول بھی ہے، کہ آدمی کو ان دونوں امور میں سے کسی ایک کو اپنانے کا اختیار ہے۔ (یہ قاضی عیاض مالکی علیہ الرحمہ نے بیان کیا ہے)۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ شرح بخاری میں فرماتے ہیں۔ اکثر احادیث میں یہ روایات لفظ قص سے آئی ہیں اور امام نسائی کی روایت میں حلق کا لفظ بھی آیا ہے اور امام مسلم کے ہاں جزو کے الفاظ بھی ملتے ہیں جبکہ صحیح مسلم میں احفوا اور انھکوا کے الفاظ پر مبنی روایات بھی آئی ہیں اور یہ تمام عبارات اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ ان سے مقصود بالوں کو کاٹنے میں مبالغہ کرنا ہے کیونکہ اَلْـجَـزّ (جیم اور زاء ثقلیہ کے ساتھ) بالوں اور چمڑی کو اس حد تک صاف کرنا کہ وہ جلد تک پہنچ جائے اور

احفاء (حاء مہملہ اور فاء کے ساتھ) بالوں کو اکھاڑنے میں شدید مبالغہ کو کہتے ہیں اور

امام ابوعبید الهروی کہتے ہیں کہ اتنا کاٹو کہ جلد ظاہر ہو جائے اور امام خطابی نے کہا ہے کہ اس سے مراد بالوں کو اکھاڑنے اور صاف کرنے میں مبالغہ کرنا ہے۔

امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں نے اس حوالے سے امام شافعی اور ان کے وہ اصحاب جنہیں میں نے دیکھا ہے جیسے امام مزنی اور ربیع وغیرہ سے منقول کوئی قطعی قول نہیں دیکھا۔ یہ لوگ مونچھوں کے معاملہ میں مبالغہ سے کام لیتے تھے اور میرا خیال ہے کہ انہوں نے یہ عمل امام شافعی سے اخذ کیا تھا۔

امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے اصحاب فرماتے ہیں۔ احفاء (مبالغے سے کاٹنا) محض پست کرنے سے افضل ہے اور ابن العربی مارکی نے عجیب بات کی ہے کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے یہ قول نقل کیا ہے وہ مونچھیں منڈوانے کو مستحب سمجھتے تھے اور

امام اشرم فرماتے ہیں: کہ امام احمد بن حنبل علیہ الرحمہ شدید مبالغہ کے ساتھ مونچھیں کاٹتے تھے اور انہوں نے اس بات پر زور دیا ہے کہ یہ صرف تراشنے سے افضل ہے اور

امام طبری نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور اہل کوفہ (احناف) کے حوالے سے بیان کیا ہے اور اہل لغت کی روایت بیان کی ہے کہ احفاء جڑ سے اکھاڑنے کو کہتے ہیں۔ پھر فرمایا کہ سنت دونوں امور پر دلالت کرتی ہے اور ان میں کوئی تعارض نہیں کہ قص (تراشنا) اور احفاء (جڑ سے اکھاڑنا) مونچھوں کو جڑ سے کاٹنے پر دلالت کرتا ہے اور یہ دونوں امور ثابت ہیں سو اس میں آدمی کو اختیار ہے کہ ان میں سے کسی پر بھی عمل کرلے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی علیہ الرحم فرماتے ہیں کہ علامہ طبری کے اس قول میں وارد دونوں صورتوں کا ثبوت احادیث مرفوعہ میں بالمعنی موجود ہے۔

مونچھوں کو تراشنے کا ذکر حضرت مغیرہ ابن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس روایت

میں ہے:

ضِفْتُ النبیَّ صلی اللہ علیہ وسلم و کان شاربی و فی فقصّہ علیٰ سواک(۸)

ترجمہ: میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں مہمان بن کر گیا جبکہ میری مونچھیں بڑھی ہوئی تھیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں مسواک رکھ کر کاٹ دیا۔

اور بیہقی کے الفاظ میں: فوضع السواک تحت الشارب و قصّ علیہ

ترجمہ: آپ نے میری مونچھوں کے نیچے مسواک رکھ کر باقی بال کاٹ دیئے۔

امام بزار نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت نقل کی ہے:

ان النبی صلی اللہ علیہ و سلم ابصرر جلا و شاربہ طویل فقال ایتونی بمقص و سواک فجعل السواک علی طرفہ ثم اخذ ما جاوزہ(۹)

ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا جس کی مونچھیں بہت بڑھی ہوئی تھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے قینچی اور مسواک دو پھر مسواک اس کے ہونٹوں پر رکھی اور جتنا زائد تھا اسے کاٹ دیا۔

امام ترمذی نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا (اور اس حدیث کو حسن کہا) انہوں نے بیان کیا کہ: کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقصّ شاربہ(۱۰)

ترجمہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی مونچھیں پست کیا کرتے تھے۔

امام بیہقی نے حضرت شرحبیل بن مسلم الخولانی کی سند سے روایت کیا ہے:

قال رایت خمسۃ من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقصون شواربھم،ابو امامہ الباھلی،مقدام بن معدی، کرب الکندی،عتبہ بن عوف السلمی'الحجاج بن عامر الشمالی و عبداللہ بن سفر رضی اللہ عنھم.(۱۱)

کہ میں نے رسول اللہ صلی علیہ وسلم کے پانچ صحابہ کرام ابوامامہ الباھلی٬ مقدام بن معدی کرب الکندی٬ عتبہ بن عوف السلمی٬ الحجاج بن عامر الشمالی اور عبداللہ بن سفر رضی اللہ عنہم کو دیکھا کہ وہ اپنی مونچھوں کو پست کیا کرتے تھے۔

رہا احفاء یعنی جڑ سے اکھاڑنے کا معاملہ تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی میمون بن مہران کی روایت میں ہے۔ انہوں نے کہا:

ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المجوس فقال انهم یوفون سبالهم و یحلقین لحاهم فخالفوهم(۱۲)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجوس یعنی آتش پرستوں کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ اپنی مونچھیں بڑھاتے اور داڑھیاں منڈواتے تھے تو تم ان کی مخالفت کرو۔ راوی کہتے ہیں: **کان عمر یستعرض سبلته فجزها کما تجزا الشاة او البعیر**

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اپنی مونچھوں کو پکڑتے اور اس طرح مونڈتے جیسے بکری یا اونٹ کو مونڈا جاتا ہے۔ (اسے طبری، طبرانی اور بیہقی نے روایت کیا ہے۔)

امام ابوبکر بن اثرم نے بطریق عمر بن ابی سلمۃ عن ابیہ روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: **رایت ابن عمر یحفی شاربه حتی لا یترک منه شیئا(۱۳)**

ترجمہ: میں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ وہ اپنی مونچھوں کو اتنا اکھاڑتے، یہاں تک کہ اس میں سے کچھ نہ چھوڑتے تھے۔

اور طبرانی نے عبداللہ بن ابی رافع کی سند سے روایت کیا ہے:

قال رایت ابا سعید الخدری و جابر بن عبداللہ و ابن عمر و رافع بن خدیج و ابا اسید الانصاری و سلمة بن الاکوع و ابا رافع ینهکون شواربهم کالحلق.(۱۴)

(ترجمہ) میں نے ابوسعید الخدری، جابر بن عبداللہ، ابن عمر، رافع بن خدیج، ابو اسید الانصاری، سلمۃ بن الاکوع اور ابورافع کو دیکھا کہ وہ اپنی مونچھیں اس طرح کاٹتے تھے جیسے مونڈی ہوئی ہوں۔

واخرج الطبرانی من طرق عن عروہ و سالم و القاسم وابی سلمۃ انھم کانو ایحلقون شواربھم.(۱۵)

(ترجمہ) طبرانی ☆ نے عروہ بن زبیر، سالم، قاسم بن محمد بن ابی بکر اور ابوسلمہ رضی اللہ عنہم کی اسناد سے روایت کیا یہ سب بزرگ اپنی مونچھیں منڈواتے تھے۔

امام دارقطنی ''الافراد'' میں کہتے ہیں:

نا محمد بن نوح الجنه،ثنا جعفر بن حبیب ثنا عبداللہ بن رشید انبانا حفص بن عمر عبید اللہ بن عمر عن نافع قال قیل لا بن عمر انک تحفی شاربک قال رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یفعلہ'(۱۶)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا گیا کہ آپ بھی اپنی مونچھیں جڑ سے اکھاڑتے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا ''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا کرتے دیکھا تھا۔''

اور (ابوجعفر) تمام کہتے ہیں:

عن عبداللہ بن بسر قال رأیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یطُرُّ شاربہ طراً اخرجه الطبرانی.(۱۷)

(مسند الشامیین الطبرانی، رقم: ۱۰۲۶)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ اپنی مونچھیں انتہائی خوبصورتی سے سنوارتے تھے۔

☆ حافظ ابن حجر عسقلانی نے ''فتح الباری'' میں طبری لکھا ہے جو کہ درست ہے۔ (مجددی)

اور امام ابن ابی شیبہ اپنی ''مصنف'' میں روایت کرتے ہیں:

حدثنا کثیر بن هشام عن جعفر ابن برقان عن حبیب قال رأیت ابن عمر جزّ شاربه کانه حلقه(۱۸)

ترجمہ: میں نے ابن عمر کو دیکھا کہ انہوں نے اپنی مونچھوں کو اتنا ہلکا کیا ہوا ہے کہ جیسے منڈوایا ہوا ہو۔

اور وہ (ابن ابی شیبہ) کہتے ہیں: عن عبیدالله بن ابی رافع قال رأیت ابا سعید و رافع بن خدیج و ابی سلمه بن الاکوع و ابن عمر و جابر بن عبدالله و ابا اسید ینهکون شواربهم کما جز الحلق(۱۹)

ترجمہ: میں نے ابوسعید خدری، رافع بن خدیج، ابوسلمۃ بن الاکوع، ابن عمر، جابر بن عبداللہ اور ابواسید البدری رضی اللہ عنہم کو دیکھا کہ انہوں نے اپنی مونچھوں کو اتنا پست کر رکھا ہے گویا کہ منڈوایا ہوا ہے۔

اور ابن عساکر روایت کرتے ہیں۔

عن عثمان بن ابراهیم بن ابراهیم بن محمد بن حاطب قال رأیت عبدالله ابن عمر قداحفی شاربه حتی کانه نتفه(۲۰)

ترجمہ: میں نے ابن عمر کو دیکھا انہوں نے اپنی مونچھوں کو اتنا تراشا ہوا تھا کہ جیسے نوچا ہو۔

اور امام طبرانی ''معجم کبیر'' میں روایت کرتے ہیں۔

حدثنی ....عثمان بن عبدالله بن رافع انه رایٰ ابا سعید الخدری و جابر بن عبدالله و عبدالله بن عمر و سلمة بن الاکوع و ابا اسید البدری و رافع بن خدیج و انس بن مالک یا خذون من الشوارب کاخذ الحلق(۲۱)

ترجمہ: انہوں نے ابوسعید خدری، جابر بن عبداللہ، عبداللہ بن عمر، سلمۃ بن الاکوع، ابو اسید البدری، رافع بن خدیج اور انس بن مالک کو دیکھا کہ وہ اپنی مونچھوں کو حلق یعنی منڈوانے کی طرح ہلکا کرتے تھے۔

تخریج احادیث: (بلوغ المآرب فی قصّ الشوارب)

۱۔صحیح بخاری: کتاب اللباس، باب اعفاء اللحی ج: ۲ ص: ۸۷۵ طبع: کراچی
صحیح مسلم: کتاب الطہارۃ: ج: ۱ ص: ۱۲۹ طبع: کراچی

۲۔صحیح بخاری: ایضاً ج:۲ ص:۸۷۵ طبع: کراچی

۳۔صحیح مسلم: کتاب الطہارۃ ج:۱ص:۱۲۹ ط: کراچی

۴۔ کشف الاستار: کتاب الزینۃ: رقم:۲۷۹۸ مجمع الزوائد: ج۵ ص: ۱۶۹ (اسنادہ حسن)

۵۔مسند الحارث: کتاب اللباس والزینۃ باب ماجاء فی الاخذ من الشعر
رقم الحدیث:۵۸۳ المطالب العالیہ: رقم:۲۳۰۸

۶۔مجمع الزوائد: باب ماجاء فی الشارب واللحیۃ:۲/۳۳۲ ایضاً:۵/۱۹۸ رقم:۸۸۴۲

۸۔مسند الفردوس: ج: ۱ ص:۵۴ رقم: ۱۴۸ جامع الاحادیث:۹/۴۱۶ رقم:۸۷۰۶

۸۔طبرانی کبیر:۱۵/۲۷۰ رقم:۱۷۴۳۱۔سنن ابی داؤد: کتاب الطہارۃ ج:۱ ص:۴۸طبع: ریاض
معرفۃ السنن والآثار:۱/۳۹۷ رقم:۳۴۱ شرح معانی الآثار ج:۲ ص:۳۰۷ کراچی

۹۔مجمع الزوائد ج: ۵ ص:۱۴۴

۱۰۔الجامع الترمذی: کتاب الادب، باب قص الشارب رقم الحدیث:۲۷۶۰

۱۱۔سنن الکبری للبیہقی: ج:۱ ص: ۱۵۱ رقم:۷۱۸

۱۲۔معجم الاوسط: رقم ۱۶۵۱ معجم کبیر طبرانی: ج: ۱۱ ص:۱۷۳ رقم: ۲۵۷
سنن الکبری للبیہقی: ج:۱ ص:۱۵۱ رقم: ۷۱۶
شعب الایمان: رقم:۵۹۴۸

۱۳۔تغلیق التعلیق (ابن حجر عسقلانی) ج: ۳ ص: ۲۶۴

۱۴۔سنن الکبری للبیہقی: ج:۱/۱۵۱ رقم:۷۱۷ معرفۃ الصحابۃ لابی نعیم:۴/۴۱۴ رقم:۱۳۸۸

۱۵۔فتح الباری: ج:۱۰ ص:۴۷۰ کتاب اللباس، حلق العانۃ و تقلیم الاظافر

۱۶-معجم کبیر طبرانی:۱۱/۳۱۵ رقم:۶۹۱ اطراف الغرائب والافراد ۳/۴۷۲ رقم:۳۳۱۳

طبقات الکبریٰ ابن سعد: رقم:1152

۱۷-الاحادیث المختارہ: رقم:۲۹۲۹ مسند الشامیین طبرانی: رقم:۱۰۲۶

مجمع الزوائد:۲/۳۳۲ فوائد تمام: رقم:۱۸۵ ج:۳ ص:۴۷

۱۸-مصنف ابن ابی شیبۃ ۶/۱۰ رقم:۴

۱۹-العلل لابن ابی حاتم:۱/۲۷۷۶ رقم:۲۲۲۳ مصنف ابن ابی شیبۃ:۶/۱۱۰ رقم:۷

سنن کبریٰ بیہقی :۱/۱۵۱ رقم: ۷۱۷

۲۰-شعب الایمان:۱۳/۴۵۷ رقم:۶۱۷۶ شرح معانی الآثار: ج: ۲ ص: ۳۰۱ ط: کراچی

طبقات ابن سعد:۴/۱۷۶ زاد المعاد:۱/۱۷۱ تاریخ دمشق:۳۸/۳۱۵ رقم:۴۵۷۳

۲۱-معجم الکبیر طبرانی: ج:۱ ص: ۲۸۹

☆☆☆☆

قطعہ تاریخ وفات

خواہر عزیز نصرت جبیں مرحومہ مغفورہ

(۲۰ رمضان المبارک ۱۴۳۱ھ ۳۱ اگست ۲۰۱۰ء)

بیس سو دس نے غم دکھائے کئی
سیلِ آہ و فغاں ہے سالِ وفات

چار سو وحشتوں کے سائے ہیں
کس قدر بے اماں ہے سالِ وفات

چل بسی خواہرِ عزیز از جاں
رنج و غم کا سماں ہے سالِ وفات

موت نے کی جدا مری ہم شیر
کتنا مجھ پر گراں ہے سالِ وفات

کس قلم سے بھلا کروں تخریج
اتنا آساں کہاں ہے سالِ وفات

وصف ہیں ہر زبان پر اس کے
خوبیوں کا بیاں ہے سالِ وفات

خواہر نیک خو کا اے شہزاد
''خیر خواہ جہاں'' ہے سالِ وفات

۱۴۳۱ھ

نتیجہ فکر: برادر سوگوار محمد شہزاد مجددی

03009436903

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ ۝

اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ تلاش کرو۔ (المائدۃ) ۳۵

تحفۂ نقشبندیہ

ترجمہ

الحدیقة الندیة فی الطّریقة النقشبندیة

مؤلف: الشیخ محمد بن سلیمان بغدادی حنفی نقشبندی خالدیؒ

(متوفی ۱۲۳۴ھ)

دارالاخلاص مرکز تحقیق اسلامی

۴۹۔ ریلوے روڈ۔ لاہور